الھدیٰ (198)

ڈاکٹر اسرار احمد

## سورۃ النساء (آیات 35 تا 37)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ ﴿۳۶﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾﴾

’’اور اگر تم کو معلوم ہو کہ میاں بیوی میں اَن بَن ہے تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو۔ وہ دونوں اگر صلح کرا دینا چاہیں گے تو اللہ اُن میں موافقت پیدا کر دے گا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ سب کچھ جاننے والا‘ سب باتوں سے خبردار ہے۔ اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ‘ قرابت والوں‘ یتیموں‘ محتاجوں‘ رشتہ دار ہمسایوں‘ اجنبی ہمسایوں‘ رفقائے پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں) مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں‘ سب کے ساتھ احسان کرو کہ اللہ (احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور) تکبر کرنے والے‘ شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا یہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل سکھاتے ہیں اور جو (مال) اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اُسے چھپا چھپا کر رکھتے ہیں۔ اور ہم نے ناشکروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔‘‘

اگر اس بات کا اندیشہ ہو گیا ہو کہ میاں بیوی کے مزاج کے اختلاف کے باعث بدمزگی پیدا ہو رہی ہے‘ مرد اپنی بات پر اڑا ہوا ہے اور عورت اپنی بات پر‘ تو ایسی صورت حال میں فیصلہ کے لیے ثالث مقرر کر لو‘ ایک لڑکے والوں کی طرف سے اور ایک لڑکی والوں کی طرف سے۔ آگے فرمایا جا رہا ہے کہ اگر یہ دونوں ثالث اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی میں موافقت پیدا کر دے گا۔ جبکہ اس آیت کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر میاں بیوی دونوں اصلاح احوال کا ارادہ رکھتے ہوں تو ثالثوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے مابین موافقت پیدا کر دے گا۔ میرا رجحان مؤخر الذکر رائے کی طرف زیادہ ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر ہے۔

سورۃ البقرۃ میں جہاں بنی اسرائیل سے میثاق کا ذکر ہوا وہاں دین کی بنیادی باتوں کا بیان ہوا کہ تم اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرو گے‘ والدین اور قرابت داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے‘ وغیرہ وغیرہ۔ یہ دوسرا مقام ہے جہاں شریعت کی اہم ترین باتوں کا ذکر آیا ہے۔ پہلا حق اللہ کا ہے کہ اللہ کی خالص بندگی کرو‘ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ پھر والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ یہ قرآن مجید میں چار جگہ پر آیا ہے جہاں اللہ کے حق کے فوراً بعد والدین کے حق کا تذکرہ ہے۔ والدین کا ادب و احترام ہمارے معاشرے کی بہت اہم بنیاد ہے۔ والدین کا حق ہے کہ اُن کی خدمت ہو‘ حسن سلوک ہو‘ اُن کے سامنے آواز پست رکھی جائے۔ اس کی مزید تفصیل سورۃ بنی اسرائیل میں آئے گی۔ پھر قرابت داروں‘ یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک اور اُن ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک جو رشتہ دار بھی ہوں اور اُن ہمسایوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک جن کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق نہ ہو‘ جیسا کہ عام طور پر شہروں میں ہوتا ہے کہ ہمسائے عموماً اجنبی ہوتے ہیں۔ پھر ایک عارضی قسم کی ہمسائیگی ہوتی ہے کہ بس میں ساتھ بیٹھے ہیں‘ دفتر میں ایک جگہ کام کرتے ہیں‘ تو ان لوگوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تلقین ہے۔ پھر مسافروں کے ساتھ اور اپنے لونڈی و غلاموں کے ساتھ بھی نیک سلوک کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو شیخی خورے‘ اکڑنے والے اور فخر کرنے والے بالکل پسند نہیں۔

جس میں شیخی خوری اور اکڑ ہوتی ہے وہ بخیل بھی ہوتے ہیں۔ چونکہ انہیں اپنی دولت پر تکبر ہوتا ہے اور انہیں معلوم ہوتا ہے کہ دولت کی وجہ سے اُن کی عزت ہے لہٰذا دولت سنبھال کر رکھتے ہیں کہ کہیں یہ ختم نہ ہو جائے‘ کیونکہ دولت ختم ہو گئی تو عزت بھی جاتی رہے گی۔ ایسے لوگ دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے ہیں کہ زیادہ خرچ نہ کرو۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ ان دولت مند بخیلوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ انہیں بخل کا طعنہ دیں گے۔ تو وہ اوّل ہی دوسرے لوگوں کے خیر خواہ بن کر انہیں خرچ نہ کرنے کی نصیحت کرتے ہیں اور کہتے ہیں خواہ مخواہ پیسے نہ اُڑاؤ‘ کچھ بچا کے رکھو‘ وقت پر کام آئے گا۔

وہ اپنی دولت کو جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہوتی ہے‘ چھپا کر رکھتے ہیں۔ اگر دولت کا اظہار کیا تو کوئی ضرورت مند سوال کر بیٹھے گا‘ تو اپنا ظاہر فقیروں‘ مسکینوں جیسا بنائے رکھتے ہیں۔ جب کوئی مسکین انہیں دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ یہ تو شاید خود دو وقت کے فاقے سے ہے‘ یہ مجھے کیا دے گا کہ میں اس کے آگے ہاتھ پھیلاؤں۔ اور ایسے کافروں کے لیے ہم نے بہت اہانت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فرمانِ نبویؐ

## دنیا پرست علماء

چودھری رحمت اللہ بٹر

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ عزوجلّ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِىْ رِيْحَهَا)) (ابو داؤد‘ کتاب العلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس کسی نے وہ علم (یعنی قرآن و سنت کا علم) سیکھا جس سے اللہ کی رضا مقصود ہونی چاہیے‘ مگر اس نے اسے محض دنیوی مال و متاع کے حصول کے لیے سیکھا وہ شخص قیامت کے دن بہشت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا‘‘۔

دارالمطالعہ قرآن اکیڈمی
نمبر 19/8/05

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

# عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

اہلِ پاکستان کو ایک طویل عرصہ بعد ایک خوشخبری ملی ہے۔ پاکستانی سائنس دانوں نے کروز میزائل کا تجربہ کیا ہے۔ یہ میزائل 500 کلومیٹر تک مار کر سکتا ہے اور اس پر ایٹمی وار ہیڈ لگا ہوگا۔ آج سے چند ماہ پہلے جب صدر مشرف نے ٹیلی ویژن پر یہ کہا تھا کہ ہم ایٹمی پیش رفت جاری رکھیں گے اور اس معاملہ میں کسی قسم کا دباؤ قبول نہیں کریں گے اور عنقریب ہم قوم کو ایک بہت بڑی خوشخبری دیں گے اور انہوں نے واضح طور پر کہا تھا کہ ایٹمی رول بیک کرنے والا ملک کا غدار ہوگا' اس وقت اسے محض ایک نعرہ اور سیاسی شعبدہ بازی قرار دیا گیا تھا۔ کیونکہ امریکہ ایٹمی پھیلاؤ کے حوالہ سے جتنی سخت پالیسی اختیار کئے جا رہا ہے' اس میں اگرچہ ظاہری طور پر شمالی کوریا کا ذکر بھی آتا ہے لیکن اس کا اصل ہدف پاکستان کا ایٹمی پروگرام ہے۔ یہودیوں کے قبضہ میں مغرب اور امریکہ کا میڈیا پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات کے خلاف ہر روز ایک نیا شوشہ چھوڑتا ہے۔ اب تو اس مضحکہ خیز پروپیگنڈا میں بھارت کے وزیر اعظم من موہن سنگھ بھی شامل ہو گئے ہیں کہ پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات پر کسی وقت دہشت گردوں کا قبضہ ہو سکتا ہے۔

اس پس منظر میں ایک ایسے ایٹمی میزائل کا تجربہ کرنا جو پورے اس خطہ میں حتیٰ کہ چین بھی نہ کر سکا ہو یقیناً ایک قابلِ تحسین اور جراٴت مندانہ قدم ہے۔ یہ میزائل بہت کم بلندی پر پرواز کرتا ہے' لہٰذا کسی ریڈار پر آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ خبر تو انتہائی حوصلہ افزا ہے کہ کوئی ڈیفنس سسٹم اس میزائل کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ خبریں تواتر سے موصول ہو رہی تھیں کہ امریکہ بھارت کو ایک جدید ترین ڈیفنس سسٹم فروخت کر رہا ہے جو ایٹمی حملے کے خلاف ڈھال کا کام دے سکتا ہے۔ ''ندائے خلافت'' کی گزشتہ چھ سال کی فائل گواہ ہے کہ ہم نے صدر مشرف کی تحسین و آفرین میں شاذ ہی کوئی کلمہ کہا ہو اس لئے کہ آپ جناب اس روشن خیال اسلام کے مبلغ ہیں جو امریکہ اور مغرب پاکستان میں دیکھنا چاہتا ہے جبکہ ہم ملک میں قرآن و سنت کی بالادستی چاہتے ہیں' چاہے بش بلیئر اینڈ کمپنی کو جس قدر ناگوار گزرے۔ تنظیم اسلامی چونکہ روزِ اوّل سے پاور پالیٹکس سے کوسوں دور رہی ہے لہٰذا اس کے لئے کبھی یہ مسئلہ نہیں رہا کہ کس نے کہا یا کس نے کیا بلکہ اس پالیسی پر سختی سے کاربند رہے کہ بدترین نظریاتی دشمن بھی اسلام یا پاکستان کے لئے اچھا کام کرے تو اس کی بھی تحسین کرنے میں بخل سے کام نہ لیا جائے۔ لہٰذا کروز میزائل کے تجربے پر ہم پاکستانی سائنس دانوں اور مشرف حکومت کو دلی مبارک باد دیتے ہیں۔ پاکستان کی سلامتی اور حفاظت ہمارا مقدس فریضہ ہے' کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ شب قدر میں جنم لینے والا یہ ملک جسے ہم مملکت خداداد کہتے ہیں ایک روز حقیقی معنوں میں اسلام کا قلعہ بنے گا جس کی پختہ فصیل سے اسلام دشمن افواج ہی نہیں اسلام دشمن نظریات بھی ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گے۔ چنانچہ وہ دینی طبقات جن کا موقف یہ ہے کہ انہیں اسلام سے دلچسپی ہے پاکستان سے نہیں' انہیں یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اسلامی نظام بہرحال کسی خطہ زمین پر نافذ ہوگا۔ ہوا یا خلا میں اس کا نفاذ ممکن نہیں۔ البتہ ہمارا یہ پختہ ایمان ہے کہ پاکستان اسلام کے لئے ناگزیر نہیں جبکہ اسلام پاکستان کے لئے ناگزیر ہے۔

ان حضرات کو یاد رکھنا چاہیے کہ حضور ﷺ میثاقِ مدینہ میں یہودیوں کے دونوں قبائل کے ساتھ ایک فریق کی حیثیت سے اس لئے شامل نہیں ہوئے تھے کہ انہیں مدینہ کی سرزمین سے دلچسپی تھی' بلکہ آپ کی دانائی' حکمت' فہم و فراست اور دور بینی کا تقاضا تھا کہ کوئی محفوظ و مامون خطہ زمین ہو جس پر اللہ کا دین نافذ ہو سکے اور جو ان پر نازل ہونے والے قرآن پاک کی عملی تفسیر بنے۔ کون اس درخشاں حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ گزشتہ صدی میں آزاد ہونے والے مسلمان ممالک میں سے پاکستان واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر آزاد ہوا تھا۔ مصر اور ایران ہمیشہ مصر اور ایران ہی تھے چاہے وہاں کافر بستے ہوں یا مسلمان۔ پاکستان تو اسلام کے ناطے ہی عدم سے وجود میں آیا۔ لہٰذا پاکستان کو بھی دوسرے ایسے ممالک کی طرح سے شمار کرنا' جہاں محض اکثریتی آبادی مسلمان ہو' ایک بہت بڑا مغالطہ ہے۔ البتہ یہ اٹل حقیقت ہے کہ ملکوں کا وجود اور اُن کی آزادی محض سامانِ حرب اکٹھا کرنے سے قائم نہیں رہتی۔ نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ محض طاقت کی بنیاد پر زندہ نہیں رہا جا سکتا اور نہ ہی اپنی (باقی صفحہ 15 پر)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

جلد 14
شمارہ 30
18 تا 24 اگست 2005ء
12 تا 18 رجب المرجب 1426ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
ادارتی معاون: فریداللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mall:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

# بالِ جبریل کی آٹھویں غزل

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی! ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی!
تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی!
مری مینائے غزل میں تھی ذرا سی باقی! شیخ کہتا ہے کہ ہے یہ بھی حرام اے ساقی
شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی! رہ گئے صوفی و مُلّا کے غلام اے ساقی!
عِشق کی تیغِ جگر دار اڑا لی کس نے؟ علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی
سینہ روشن ہو تو ہے سوزِ سخن عینِ حیات ہو نہ روشن، تو سخن مرگِ دوام اے ساقی
تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ ترے پیمانے میں ہے ماہِ تمام اے ساقی

پوری غزل تجدید واحیائے اسلام کے جذبے سے سرشار ہے۔ ہر شعر سادگی میں پرکاری کا بہترین نمونہ ہے۔ کسی شعر میں کوئی مشکل لفظ، ترکیب، تلمیح وغیرہ نہیں۔ البتہ شعر کو اس طرح پڑھنے گنگنانے کی ضرورت ہے کہ آواز ہمارے کانوں میں پڑ سکے۔

1۔ اقبال اللہ تعالیٰ سے التجا کر رہے ہیں کہ اے خدا! مسلمانوں کو دینِ اسلام اور عشقِ رسول ﷺ سے ایک بار پھر سرشار کر دے تاکہ انہیں پھر سابقہ عظمت و شوکت نصیب ہو سکے۔ اسی مضمون کو اقبال نے "ساقی نامہ" میں یوں باندھا ہے:

شرابِ کہن پھر پلا ساقیا
وہی جام گردش میں لا ساقیا

2۔ اے خدا! تین سو سال سے ہندوستان میں کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا جو بادشاہوں کے سامنے کلمۂ حق کہہ سکے اور اپنے طرزِ عمل سے مسلمانوں میں حُریت کا جذبہ بیدار کر سکے، لہٰذا میں دُعا کرتا ہوں کہ تُو اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو اس دولت سے مالا مال کر دے۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی اِس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں: "تین سو سال کے تعین کی بناء پر میرا قیاس کہتا ہے کہ علامہ اقبال کا اشارہ مجدّد الف ثانی کی طرف ہے، جن کے رُوحانی اور علمی کمالات کے علاوہ وہ عظیم الشان تجدیدی کارنامے، جو انہوں نے عہدِ جہانگیری میں انجام دیئے، اظہر من الشمس ہیں۔ چنانچہ مرحوم نے "بالِ جبریل" ہی کی ایک اور نظم میں حضرت مجدّد کی خدمت میں بایں الفاظ خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

3۔ ظاہر پرست مُلّاؤں اور شیوخ کی تنگ نظری کا شکوہ کرتے ہیں کہ اے خُدا! عشق و محبت کی باتیں ان لوگوں کی نظر میں موجبِ ملامت ہیں، اس لیے نثر میں وارداتِ عشق کا بیان تو مدت سے ختم ہو چکا ہے، لے دے کے میری غزلوں میں یہ رنگ کہیں کہیں پایا جاتا ہے، لیکن یہ لوگ شعر کی زبان میں اظہارِ عشق کو بھی ناجائز خیال کرتے ہیں۔

یہ شعر رمز و کنایہ کی بہترین مثال ہے۔ اقبال نے شعر میں "شراب" کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ "مینائے غزل" سے اِس کی طرف اشارہ کر دیا ہے، تاکہ قاری کا ذہن خود بخود اس کی طرف منتقل ہو جائے۔

بیشۂ تحقیق: تحقیق کا میدان۔ شیر مرد: اعلیٰ درجے کے مُحقق۔ فرماتے ہیں، اے خُدا! مسلمانوں میں ایک طویل مُدّت سے تحقیق کا ذوق ختم ہو چکا ہے۔ خانقاہوں اور مدرسوں میں جو لوگ مسندِ ارشاد پر بیٹھے ہوئے ہیں، اور درس و تدریس کے ذمہ دار ہیں، وہ زیادہ تر اسلاف پرستی اور اندھی تقلید میں مبتلا ہیں، جس کا نتیجہ ہے کہ علمی تحقیق اور فکری ترقی کا راستہ بند ہو گیا ہے۔

5۔ اگلے وقتوں میں عام دستور یہ تھا کہ علماء تحصیلِ علم کے بعد کسی نہ کسی شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر تکمیلِ سلوک بھی کرتے تھے اور اس طرح علم کے ساتھ ساتھ عشق کی دولت بھی حاصل کرتے تھے، لیکن اب حالت یہ ہے کہ عشق کی شمشیرِ بُراں تو غائب ہو چکی ہے، اہلِ علم کے ہاتھ میں محض خالی نیام رہ گیا ہے۔

جس طرح محض نیام، اگر اُس کے اندر تلوار نہ ہو، قطعاً بے کار ہے، اسی طرح محض ظاہری علوم، عشق کے بغیر بالکل بے سُود ہیں، کیونکہ خدا کی معرفت کا ذریعہ اور جہاد فی سبیل اللہ کا محرک علم نہیں، بلکہ عشق ہے، اور اگر عشق کے ساتھ علم بھی ہو، تو پھر "نُورٌ علیٰ نُور" والا معاملہ ہو جاتا ہے۔

6۔ اے خدا! تیرے فضل و کرم سے یہ حقیقت مجھ پر منکشف ہو گئی ہے کہ اگر شاعر کا سینہ تیری محبت کے نُور سے روشن ہو، تو اس کی شاعری خود اُس کے اور بنی آدم کے حق میں زندگی کا پیغام بن جاتی ہے، لیکن اگر ایسا نہ ہو تو وہی شعر و سخن اُس کے اور اُس کی قوم کے لیے سخت تباہ کن ثابت ہوتا ہے۔

7۔ اے خُدا! تُو اپنے فضل و کرم سے میرے سینے کو اپنے الہام کی روشنی سے منوّر کر دے اور توہمات کی تاریکی کو دُور کر دے، کیونکہ تیری ذات منبع خیر و برکت ہے۔ اور تیرے پیمانے (الہام) میں ماہِ تمام (کامل ہدایت) جلوہ گر ہے۔ پس جب تُو مجھے اپنی الفت کا جام پلائے گا تو یقیناً میرا دل منوّر ہو جائے گا۔

# دہشت گردی کی قسمیں

جامع مسجد قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں بانی' تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے 5 اگست کے خطاب جمعہ کی تلخیص

آج مجھے دہشت گردی کے موضوع پر کچھ گفتگو کرنی ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے اور اس کی کتنی قسمیں ہیں۔ عربی زبان میں دہشت گردی کے لیے لفظ ''اِرھاب'' آتا ہے۔ ''رہب'' ڈرنے کو کہتے ہیں' راہب وہ کہلاتا ہے جو اللہ سے بہت ڈرتا ہو۔ جبکہ اِرھاب کے معنی ہیں دہشت زدہ کرنا' خوفزدہ کرنا۔ اس دہشت گردی یا خوف زدگی کی ایک قسم خاموش' غیر فعال (Inactive) ہوتی ہے۔ یہ پوری دنیا میں عام ہے' ہر ملک کر رہا ہے اور وہ ہے زیادہ سے زیادہ اسلحہ جمع کرنا' زیادہ سے زیادہ سامانِ حرب وضرب مہیا کر کے رکھنا تاکہ دشمن پر رعب رہے اور دشمن کوئی اقدام کرنے سے باز رہے۔ لیکن یہ خفیہ نہیں ہونا چاہیے' بلکہ اس کو برسر عام ہونا چاہیے' تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ ان کے پاس اتنا کچھ اسلحہ ہے لہٰذا ان کے خلاف دشمن کوئی اقدام کرتے ہوئے سو مرتبہ سوچے۔ مسلمانوں پر اس کام کو لازم اور فرض کر دیا گیا ہے۔ سورۃ الانفال کی آیت نمبر 60 ہے: ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ﴾ ''(اے مسلمانو!) اپنے دشمنوں کے لیے زیادہ سے زیادہ سامانِ حرب وضرب فراہم کرو جتنا بھی تمہاری حد امکان میں ہو اور جنگی گھوڑوں کو اپنے پاس تیار رکھو''۔ گھوڑا اس زمانے میں وہی کام کرتا تھا جو آج ٹینک کرتا ہے۔ بہرحال مراد یہ ہے کہ ہر دور کے تقاضوں کے مطابق اسلحہ تیار رکھو تاکہ دنیا کو نظر آئے کہ ان کے پاس کیولری ہے' ان کے پاس سامانِ اسلحہ ہے' تاکہ دشمن کو مہم جوئی کی جرأت نہ ہو۔ اسی طرح آج کل سالانہ پریڈ میں اپنے ہتھیار دکھائے جاتے ہیں تاکہ دشمن کو معلوم ہو جائے کہ ان کے پاس ایسے ایسے میزائل موجود ہیں' ان کے پاس ٹینک کی ایک نئی شکل آ گئی ہے' ضرار ٹینک آ گیا ہے جو کہ پچھلے ٹینکوں کے مقابلے میں زیادہ ایڈوانس ہے۔ یہ اسلحہ کی نمائش اس لیے ہوتی ہے کہ کوئی پڑوسی ملک یا کوئی دشمن ملک ہم پر حملہ کرنے کی ہمت اور جرأت نہ کرے۔ تو یہ دہشت گردی کی پہلی شکل ہے جس کا مقصد ہے دشمن کو خوفزدہ کیے رکھنا۔

دوسری قسم کی دہشت گردی ریاستی دہشت گردی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کسی ملک میں کسی خاص قومیت کے لوگ آباد ہوں یا خاص مذہب کے لوگ اکثریت میں ہوں' وہ چاہیں کہ ہمیں علیحدہ کر دیا جائے' ہمیں علیحدہ ملک چاہیے۔ جو کہ اُن کا حق ہے' لیکن کوئی حکومت اُن کے اس حق کو دبانے کے لیے جو ہتھکنڈے استعمال کرتی ہے وہ رہائشی دہشت گردی کہلاتی ہے۔ حق خود اختیاری (Self determination) ہر قوم کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ کرے۔ یعنی یہ فیصلہ کہ ہمیں فلاں ملک کے ساتھ رہنا چاہیے یا نہیں۔ چیچنیا والوں کا یہ حق ہے۔ فلپائن کے مسلمانوں کی جنوبی جزیروں میں اکثریت ہے' ان کا حق ہے کہ وہ اپنے فیصلے خود کریں۔ تھائی لینڈ کے جنوبی علاقہ میں بھی مسلمانوں کی اکثریت ہے' ان کا حق ہے۔ کشمیر کے اندر مسلمان نوے فیصد ہیں لہٰذا ان کا حق ہے کہ وہ اپنے فیصلے خود کریں۔ اسی طریقے سے فلسطین کے مسلمانوں کا حق ہے۔ اس حق کو دبانے کے لیے کسی حکومت کا مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتی ہے وہ ریاستی دہشت استعمال کرنا' یعنی انہیں ڈرانا' انہیں خوف زدہ کرنا' انہیں مارنا' انہیں Torcher کرنا' انہیں جیلوں میں ٹھونسنا' ان کی بستیوں کو آگ لگا دینا' ان کے مکانوں کو ڈھا دینا' یہ ریاستی دہشت گردی ہے جو اِس وقت دنیا میں سب سے زیادہ بڑے پیمانے پر فلسطین اور کشمیر میں ہو رہی ہے۔ اور چھوٹے پیمانے پر چیچنیا' فلپائن اور تھائی لینڈ میں ہو رہی ہے۔ اس حوالے سے عالمی کمیونٹی کی منافقت کو دیکھیے' تیمور میں جھگڑا اٹھا اور ذرا سے عیسائی مسلم فسادات ہوئے' چونکہ وہاں عیسائیوں کی اکثریت تھی لہٰذا فوراً یو این او حرکت میں آئی' فوراً فوجیں آ گئیں اور تیمور کو تقسیم کر دیا اور وہاں پر ایسٹ تیمور کے نام سے ایک رومن کیتھولک عیسائی حکومت قائم ہو گئی۔ لیکن یو این او کی فورسز کشمیر میں نہیں جا سکتیں۔ یو این او کی فورسز اسرائیل میں نہیں جا سکتیں۔ یو این او کی فورسز چیچنیا میں نہیں جا سکتیں۔ وہ کبھی تھائی لینڈ میں نہیں جائیں گی۔ جہاں مسلمانوں کا حق مارا جا رہا ہو' جہاں ان کی آزادی سلب کی جا رہی ہو' جہاں مسلمانوں کے حق خود اختیاری کی نفی کی جا رہی ہو وہاں کوئی ایکشن نہیں لیا جائے گا۔

اب آیئے تیسری قسم کی دہشت گردی کی طرف جسے آج عام طور پر دہشت گردی کہا جا رہا ہے۔ اس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ ایک ریاستی دہشت گردی کا ردعمل ہے۔ ظاہر بات ہے کہ انسانوں کے دلوں کے اندر حریت کا جذبہ ہوتا ہے۔ ان کے سینوں میں پتھر نہیں ہوتے' دل ہوتے ہیں۔ وہ گونگے بہرے نہیں ہوتے' دیکھتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ بہرحال ایک دہشت گردی ریاستی جبر کے ردعمل میں ہوتی ہے۔ یہ کیوں ہوتی ہے؟ اس لیے کہ جو سرکاری دہشت گردی ہو رہی ہے وہ مسلح ہے۔ سرکار کے پاس ایئر فورس ہے۔ اس کے پاس ٹینک ہیں۔ اس کے پاس F-16 ہیں۔ اس کے پاس ہیلی کاپٹرز ہیں۔ ان سے وہ نہتوں کو مار رہے ہیں۔ یہی کچھ فلسطین کے اندر ہو رہا ہے۔ کس طرح سے ان کے میزائل ٹارگٹ کرتے ہیں۔ شیخ احمد یاسین جو اسّی برس کے معذور آدمی تھے جن کی پوری زندگی وہیل چیئر پر گزر گئی تھی' ان کے سینے کو بھی ایک میزائل نے چھیل دیا۔ یہ ساری ریاست کی سطح پر دہشت گردی ہو رہی ہے۔ اس کے ردعمل میں جو کچھ نہ کچھ ہوتا ہے' مثلاً خودکش حملے ہیں' انہیں آج عرف عام میں دہشت گردی کہا جا رہا ہے۔ دوسری دہشت گردی کیا ہے؟ وہ یہ کہ آپ نے کسی ملک میں جا کر قبضہ کر لیا۔ مثلاً افغانستان میں طالبان کی حکومت گرائی اور قبضہ کر لیا' عراق میں صدام کی حکومت گرائی اور قبضہ کر لیا اور اپنی Puppet (کٹھ پتلی) حکومت قائم کر دی تو اس کے خلاف ردعمل بھی انسان کے جذبہ حریت کے باعث ہے۔ جو کچھ عراق اور افغانستان میں ہو رہا ہے' حالانکہ اس میں ایک برائی کا پہلو ہے کہ مسلمان مسلمان کو مار رہا ہے۔ عراقی عراقیوں کو مار رہے ہیں۔ اگر ایک امریکی مرتا ہے تو عراقی دس مرتے ہیں۔ عراقی کن کو مار رہے ہیں؟ جو اس کٹھ پتلی انتظامیہ کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔ یہی معاملہ افغانستان کا ہے۔ افغان فوج کے لوگ مارے جاتے ہیں جو افغان ہیں' مسلمان ہیں' لیکن طالبان دیکھ رہے ہیں کہ اصل قبضہ امریکہ کا ہے۔ کرزئی تو ایک Puppet ہے۔ اس حکومت کے خلاف جو ردعمل ہے اُسے بھی ایک دہشت گردی کا نام دیا گیا ہے۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ اس قسم کی گوریلا کارروائیوں کا نتیجہ کوئی نہیں

نکلے گا۔ اس لیے کہ مدمقابل بہت طاقتور ہے۔ لیکن جب کوئی ظالم کسی کمزور کو دبائے گا تو مظلوم اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر کچھ تو ضرور کرے گا۔

مرنے چلے تو سطوت قاتل کا خوف کیا
اتنا تو ہو کہ باندھنے پائے نہ دست و پا

تیسری قسم کی دہشت گردی خاص قسم کی ہے جو خود امریکہ کی پیدا کردہ ہے۔ وہ دہشت گردی کیا ہے؟ اس کے پس منظر کو اچھی طرح سمجھ لیجیے۔ جب روسی افواج افغانستان میں داخل ہوئی تھیں اس وقت روس اور امریکہ کی اسی طرح کی دشمنی تھی جیسی کہ سانپ اور نیولے کی ہوتی ہے۔ پچاس سال تک ان میں کولڈ وار جاری رہی۔ کولڈ وار اس لیے رہی کہ دہشت گردی اُدھر سے بھی تھی اِدھر سے بھی تھی۔ ایٹم بم ان کے پاس بھی سینکڑوں ہزاروں تھے' ان کے پاس بھی تھے۔ اگر جنگ ہو جاتی تو پوری دنیا تباہ ہو جاتی' اس لیے وہ رکے رہے یا ایک دوسرے کو روکتے رہے۔ البتہ اس حوالے سے چھوٹے ملکوں کو کچھ ریلیف مل گئی تھی کہ اگر امریکہ زیادتی کرتا تو روس کی طرف جھکاؤ کر لیا اور اگر روس نے کوئی زیادتی کی تو امریکہ کی طرف کچھ جھکاؤ ہو گیا۔ جب روس افغانستان میں آیا تو اسے افغان قوم کا اندازہ نہیں تھا۔ افغان کسی کی غلامی برداشت نہیں کرتے۔ انہوں نے روس کے خلاف مزاحمت شروع کر دی۔ اب یہاں نوٹ کر لیجیے کہ افغان لڑ رہا تھا اپنی حریت کے لیے' اپنی آزادی کے لیے جبکہ امریکہ انہیں استعمال کر رہا تھا اپنے مقصد کے لیے۔ وہ اپنے آرک رائیول کو ختم کرنا چاہتا تھا اور ویت نام کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ امریکہ نے دیکھا کہ گھوڑا بڑا مضبوط ہے لہٰذا اس کے اوپر داؤ لگایا جائے۔ اس نے دیکھا افغان مرنے کے لیے تیار ہیں لہٰذا اربوں ڈالر دیے گئے۔ اسلحہ کے ڈھیر لگا دیے۔ اس دوران اسامہ بن لادن' عمر عبدالرحمٰن اور عبداللہ عظام جیسی شخصیات کو بھی امریکہ نے استعمال کیا۔ بالآخر روس کو وہاں سے بھاگنا پڑا۔ اس کے بعد امریکہ نے دیکھا کہ ہمارا داؤ تو الٹا پڑ گیا۔ جن مجاہدین کے ذریعے روس کو ختم کرا دیا اب وہ ہمارے گلے پڑ گئے ہیں۔ اگر انہوں نے اسلام کا پورا نظام قائم کر دیا تو پوری دنیا مسلمان ہو جائے گی۔ اصل میں انہیں اندیشہ تھا کہ یہاں ایک خالص اسلامی حکومت قائم ہونے کے امکانات پیدا ہو چکے ہیں۔ انہیں اسلام بطور مذہب تو منظور ہے کہ اگر تم مذہب تک رہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں' لیکن تم جہاد پر اتر آئے اور جہاد کا نتیجہ کیا چاہتے ہو کہ ایک اسلامی حکومت قائم ہو' خالص اسلامی معاشرہ ہو' خالص اسلامی معاشی' معاشرتی اور سیاسی نظام ہو تو یہ ہمیں منظور نہیں۔ لہٰذا بہانہ بنا کر نائن الیون کا ڈرامہ خود انہوں نے کرایا۔ اسامہ بن لادن یہ کام نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں میں کوئی ایسا نہیں تھا جو یہ کام کر سکے۔ یہ تو اصل میں موساد کے ذریعے سے کرایا گیا تا کہ امریکی عوام کے اندر غصہ پیدا ہو جائے اور وہ جنگ کی حمایت کریں۔ بہر حال نائن الیون کا ڈھونگ رچا کر اسامہ کو اس کا مجرم قرار دے کر افغانستان پر حملہ کر دیا گیا۔ اس امریکی جارحیت کے خلاف وہاں جو گوریلا وار شروع ہوئی ہے دنیا اسے بھی دہشت گردی کے نام سے پکار رہی ہے۔ امریکہ کے نزدیک یہ دہشت گردی القاعدہ کے ذریعے سے دنیا میں پھیلی ہے۔ حالانکہ یہ تو یوں سمجھیے کہ فطری ردعمل ہے۔ جیسے کوئی بہت چھوٹا بچہ غصے میں آ جائے تو بڑے آدمی سے لڑ پڑتا ہے اور کچھ نہیں تو گالیاں دیتا ہے۔ وہ اپنے چھوٹے سے ہاتھ سے مکا بھی مارے گا چاہے اسے معلوم ہے کہ میں ایک بڑے آدمی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہ angry children کا سا ردعمل ہے۔ جیسا کہ نیوٹن کا تیسرا قانون حرکت بیان کیا جاتا ہے: "For every action there is an equal and opposite reaction" وہ رد ایکشن تو ہونا ہی ہے۔ یہی صورت حال عراق کی ہے۔ وہاں بھی ردعمل کے طور پر گوریلا وار جاری ہے۔

جہاد کی چوتھی شکل جہاد حریت ہے' جس کی نمایاں ترین مثال کشمیر ہے۔ دنیا اسے بھی دہشت گردی کا نام دے رہی ہے۔

پانچواں دہشت گردی کا معاملہ وہ ہے جسے مذہبی دہشت گردی کہا جاتا ہے جو پاکستان میں شیعہ سنی کے مابین بظاہر ہو رہی ہے۔ یہ دہشت گردی اصل میں ہمارے ملک کے اندر کی پیداوار نہیں ہے۔ یہ باہر سے آئی ہے۔ Huntington کا مشورہ ہے کہ مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے ان کے باہمی اختلافات کو بھڑکا کر انہیں آپس میں لڑایا جائے۔ چنانچہ ہمارے ہاں کے لوگ جن کے پاس روزگار نہیں ہیں ان کو وہ ہائر کرتے ہیں اور ان کے جذبات بھڑکا دیتے ہیں کہ تم سنی ہو' شیعوں کو مارو' شیعہ تو حضرت عائشہؓ کے بارے میں یہ کہتے ہیں' شیعہ تو حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ کہتے ہیں۔ اُدھر سے شیعوں کو ابھارا کہ یہ تو حضرت علیؓ کے ساتھ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو بھی مانتے ہیں' یہ تو حضرت حسینؓ کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور عبداللہ ابن عمرؓ کی بھی تعظیم کرتے ہیں جنہوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ بہر حال یہ سب کچھ باہر سے ہو رہا ہے' ورنہ ہمارے عام معاشرے میں شیعہ سنی کا کوئی Clash نہیں ہے۔ دائیں مکان میں شیعہ ہے تو بائیں میں سنی ہے۔ اور اب جو کراچی کے فلیٹس ہیں نیچے سنی ہے تو اوپر شیعہ ہے' اوپر سنی ہے تو نیچے شیعہ ہے۔ عوامی سطح پر کوئی conflict نہیں ہے۔ یہ باہر کی جنگ ہے۔ موساد اور را کے ذریعے سے یہ دہشت گردی کرائی جا رہی ہے۔

اب آیئے اپنے وطن عزیز کے حالات کی طرف۔ یہاں بہت خوفناک معاملہ ہے۔ صدر مشرف کچھ عرصے سے باقاعدہ تقریریں کر رہے ہیں کہ روشن خیال' ماڈریٹ لوگ انتہا پسندوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ اس سے مراد کیا ہے؟ ایک ملک کا سربراہ گویا کہ سول وار کی دعوت دے رہا ہے۔ یہ سب امریکہ کے اشارے پر ہو رہا ہے' جس کا ثبوت یہ تازہ ترین رپورٹ ہے جو امریکہ کے سب سے بڑے تھنک ٹینک رینڈ کارپوریشن نے پیش کی ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق مسلمان چار قسم کے ہیں:

(1) بنیاد پرست مسلمان (Fundamentalist) یہ وہ ہیں کہ جو اسلام کو مکمل نظام زندگی سمجھتے ہیں' یعنی اسلام کے سیاسی نظام' معاشی نظام اور معاشرتی نظام کے لیے کوشاں ہیں۔ یہ ہمارے اولین دشمن ہیں ان کو ہم نے ہر صورت ختم کرنا ہے۔

(2) قدامت پسند مسلمان (Traditionalist)' جنہیں بس قال اللہ و قال الرسول سے دلچسپی ہے' مدرسوں میں بیٹھے ہیں' مسجدوں میں ہیں' یہ فی نفسہٖ تو خطرناک نہیں ہیں لیکن اگر یہ Fundamentalists کے ساتھ مل جائیں تو پھر بہت بڑی فورس ہیں۔ اس لیے کہ ان کے پاس مسجدیں ہیں' ہر جمعہ کو اجتماع جمعہ ہو رہا ہے۔ مسلمان نہا دھو کر کپڑے بدل کر آتے ہیں اور یہاں بیٹھ کر وعظ سنتے ہیں۔ اگر یہ قدامت پسند بنیاد پرستوں کے ساتھ مل جائیں تو پھر یہ بہت خطرناک معاملہ ہو جائے گا' اس لیے انہیں دور رکھا جائے۔

(3) ماڈریٹ' جو اسلام کا ایک ایسا ایڈیشن تیار کر رہے ہیں جو ہماری تہذیب کے ساتھ Compatible ہے۔ ان کے نزدیک سود حرام نہیں ہے۔ سود تو وہ حرام ہے جو کسی کو ذاتی طور پر دیا جائے اس کی ذاتی ضرورت کے لیے اور اس سے سود لیا جائے' وہ سود جو کاروبار کے لیے دیا جا رہا ہے وہ تو کاروبار کرنے والے کے نفع میں سے اپنا حصہ لے رہا ہے۔ لہٰذا یہ سود نہیں ہے۔ معاذ اللہ

(4) سیکولرسٹ۔ یہ مسلمانوں کا وہ طبقہ ہے جو ہماری ہی طرح مذہب کا سیاست سے اور ریاست سے کوئی تعلق نہیں سمجھتے۔ یہ دونوں مؤخر الذکر طبقے ہمارے ہیں' لہٰذا انہیں آگے لایا جائے جبکہ بنیاد پرست اور قدامت پرست مسلمانوں کو قریب مت آنے دیا جائے' یہ قریب آ گئے تو بہت بڑا خطرہ بن جائیں گے۔ لہٰذا قدامت پسند طبقات

کے مابین جو اختلافات ہیں، شیعہ سنی، وہابی سنی، دیوبندی بریلوی ان کو اچھالو، ان کو ہوا دو تاکہ یہ اسی میں مشغول رہیں اور بنیاد پرست مسلمانوں کی طرف نہ جا سکیں۔ یہ پالیسی ہے جو دنیا میں چل رہی ہے۔ مشرف نے اس کو باقاعدہ سٹیٹ پالیسی بنا دیا ہے کہ ماڈریٹ، روشن خیال اٹھ کھڑے ہوں ان انتہا پسندوں کے خلاف۔ معلوم ہوا کہ صدر مملکت سول وار (خانہ جنگی) کرانا چاہتے ہیں۔ سب سے آخری بات یہ کہ بلدیاتی انتخابات کے موقع پر اس قسم کے وعظ کہے جا رہے ہیں کہ مولویوں کو ووٹ مت دو۔ ان بنیاد پرست، تنگ نظروں اور انتہا پسندوں کو ووٹ مت دو، گویا کہ سرکاری سطح پر ایوان صدر سے یہ صریح دھاندلی ہو رہی ہے۔

بہرحال یہ ہے دہشت گردی کی داستان جو آج میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے کہ اس کی کیا قسمیں ہیں، کیا پس منظر ہے۔ لیکن امریکہ جس کو دہشت گردی کہہ رہا ہے یہ ختم نہیں ہوگی۔ بقول نعیم صدیقی۔

گر اک چراغ حقیقت کو گل کیا تم نے
تو موج دود سے صد آفتاب اُبھریں گے

ظاہر بات ہے ایک نسل کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری، یہ جنگ بڑی طویل ہے اور وہ بھی مان رہے ہیں کہ یہ طویل جنگ ہے۔ موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لیے کرنے کا اصل کام یہی ہے کہ تمام دینی قوتیں جو پاکستان کے اندر ہیں یا باہر ہیں، جنہوں نے جہاد کشمیر میں حصہ لیا یا جہاد افغانستان میں حصہ لیا، انہیں جمع ہو کر ایک منظم عوامی تحریک کے ذریعے یہاں اسلام کو قائم کرنا چاہیے۔ اگر ہم یہاں اسلام کو قائم کر دیں تو یہ سارا باطل ایسے پگھل جائے گا جیسے دھوپ میں برف پگھل جاتی ہے یا جیسے اندھیرا ختم ہو جاتا ہے جب روشنی آ جائے۔ اس لیے کہ اسلام کی روشنی کے سامنے کوئی نظام نہیں ٹھہر سکتا۔ جاوید اقبال صاحب کا جملہ بارہا سنا چکا ہوں۔ جب وہ طالبان حکومت کا نظام دیکھ کر آئے تو کہا تھا کہ جو حالات میں نے کابل میں دیکھے ہیں اگر چند اور اسلامی ممالک میں ایسا نظام قائم ہو جائے تو پوری دنیا مسلمان ہو جائے گی۔ یہ ہونا ہے، کیونکہ حضور ﷺ کی واضح پیشین گوئیاں ہیں کہ قیامت سے قبل پوری دنیا میں اسلام غالب ہوگا۔ لیکن اس کے لیے جانیں دینی ہوں گی، قربانیاں دینی ہوں گی، اس کے لیے ہم میں سے ہر ایک کو تیار ہو جانا چاہیے۔ (مرتب: فرقان دانش خان)

**[نوٹ: محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا یہ خطاب مفصل طور پر ماہنامہ میثاق کی آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں]**

پریس ریلیز — 12 اگست 2005ء

## "آج سیاسی، معاشی اور معاشرتی سطح پر اللہ سے بغاوت عروج کو پہنچ چکی ہے"

اہل حق کی آزمائش کے لیے خیر و شر کی کشمکش ابتدا سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ اس کشمکش میں کبھی اہل حق غالب آ جاتے ہیں اور کبھی باطل کو غلبہ مل جاتا ہے۔ لیکن جس دور میں آج ہم جی رہے ہیں وہ اس اعتبار سے مشکل ترین دور ہے کہ شیطانی قوتوں کو نہ صرف غلبہ حاصل ہے بلکہ پوری مادی قوت بھی ان کے پاس ہے اور وہ طاقت کے بل پر نوع انسانی کو اللہ کے دین سے منحرف کر کے شیطانی تہذیب اختیار کرنے پر مجبور کر رہی ہیں۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ آج کے دور میں اللہ سے بغاوت اپنے عروج کو پہنچ چکی ہے۔ سیاسی سطح پر غیر اللہ کی حکمرانی، معاشی سطح پر سود اور جوئے پر مبنی نظام معیشت اور معاشرتی سطح پر بے حیا مادر پدر آزاد تہذیب پوری طرح اپنے پنجے گاڑ چکی ہے۔ حتیٰ کہ ستاون اسلامی ملکوں میں سے کسی ایک میں بھی اللہ کی حاکمیت قائم نہیں۔ اگرچہ پاکستان کے دستور میں قرارداد مقاصد کی صورت میں اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا ہے لیکن عملاً اس کا نفاذ کہیں نظر نہیں آتا، بلکہ اس کے برعکس ہر سطح پر باطل نظام کی کارفرمائی ہے۔ بجائے اس کے کہ یہاں شریعت کا نفاذ اور دین حق کا قیام عمل میں لایا جاتا، حال یہ ہے کہ صوبہ سرحد کی حکومت کی طرف سے حسبہ بل آیا تو پورے ملک میں کھلبلی مچ گئی کہ یہ آئین سے متصادم ہے۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ اس وقت قرآن کی من مانی تعبیرات پیش کی جا رہی ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور اسلاف کی پیش کردہ قرآنی تعبیرات کو درست مانتا ہے اسے انتہا پسند اور دہشت گرد قرار دے دیا جاتا ہے۔ آج اہل حق پر دباؤ ہے کہ وہ اُس جدید اسلام کو مانیں جو یہود و نصاریٰ کی طرف سے منظور شدہ ہو۔ عالمی ابلیسی طاقتوں کے دباؤ پر عالم اسلام بالخصوص پاکستان میں این جی اوز کے ذریعے اسلامی تہذیب و معاشرت کے بخیے ادھیڑنے کی منظم سازش کی جا رہی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارا حکمران طبقہ بھی غیروں کی فرمانبرداری میں مغربی تہذیب کو مکمل طور پر پاکستانی معاشرے کا حصہ بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ ان حالات میں ہمیں فیصلہ کرنا ہے کہ ہم دجالی تہذیب کے وضع کردہ دین کو مانتے ہیں یا اس دین حق کو جو نبی اکرم ﷺ کے ذریعے ہمیں عطا کیا گیا۔ نائن الیون کے فوراً بعد جیسے بحیثیت قوم ہمارے دین و ایمان کی آزمائش ہوئی تھی کہ حق کا ساتھ دیتے ہو یا باطل کا، اسی طرح انفرادی سطح پر ہم میں سے ہر مسلمان پر بہت جلد یہ وقت آنے والا ہے جب ہم سے پوچھا جائے گا کہ دین حق کو مانتے ہو یا اُس اسلام کو جو یہود و نصاریٰ کی مرضی کے مطابق تشکیل دیا گیا ہے۔ احادیث کے مطابق اس وقت دین پر قائم رہنا ایسے ہی مشکل ہوگا جیسے ہتھیلی پر انگارہ اُٹھائے رکھنا۔ ایسے حالات میں اپنے دین و ایمان کی حفاظت کا راستہ یہی ہے کہ اس دجالی تہذیب سے پوری طرح دُور رہا جائے اور ہر معاملے میں اللہ اور رسول ﷺ کی کامل اطاعت کو وطیرہ بنایا جائے، اس لیے کہ آخرت کی ابدی اور حقیقی کامیابی کے حصول کا یہی واحد راستہ ہے۔ بلکہ متعدد فرمودات رسول ﷺ کی روشنی میں یہ بات یقینی ہے کہ آزمائشوں کے ایک نہایت سخت اور طویل سلسلے کے بعد دنیا میں بھی فتح بالآخر اہل حق ہی کی ہوگی۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی لاہور)

# خانہ کعبہ کی چھت اور صدر پاکستان کا نعرہ

محمد اسلم طاہر محمدی

ایک خبر کے مطابق جنرل پرویز مشرف نے کہا ہے کہ ''وہ اچھے مسلمان ہیں اس میں کسی کو شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے' ان کا تعلق سید گھرانے سے ہے خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر بلال ؓ کے اذان دینے والی جگہ پر اللہ اکبر کا نعرہ لگانا میرے لیے مسلمان ہونے کا ثبوت ہے۔'' مسلمان ہونا واقعی ایک قابل فخر بات ہے اس شرف پر کوئی بھی مسلمان اپنی خوش قسمتی پر جتنا بھی ناز کرے کم ہے جنرل صاحب خود کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں تو ہم لوگ بھی ان کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں۔ نسبی تفاخر کا رستہ درست نہیں اور اس کی اسلام کی نظر میں بھی کوئی وقعت نہیں۔ اللہ رب العزت کے نزدیک صاحب عزت وتکریم تو صرف تقویٰ شعار مسلمان ہے اسلامی تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیں' جہاں دنیوی اطوار سے معمولی غلام اپنی اللہ ورسول ﷺ سے وفا شعاری' اطاعت گزاری اور ملی محبت میں سبقت کی وجہ سے بڑے بڑے عالی نسب رکھنے والوں کو غرور خاک میں ملاتے نظر آئیں گے۔

حضرت بلالؓ جن کا ذکر جنرل صاحب نے کیا ہے' وہ ذاتی حیثیت میں ایک معمولی غلام تھے۔ ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے بھی کالے' لیکن جب بندوں کی غلامی سے نکل کر غلامیٔ رسول ﷺ میں آئے' تو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ اتنا بلند کر دیا کہ حضرت عمر فاروقؓ جیسے عبقری حکمران کہ جن کے دبدبے اور رعب کا یہ عالم ہو کہ اپنے وقت کی سپر پاورز' قیصر وکسریٰ کے حکمران جب جناب کا نام سنیں' تو ان کی گھگھی بندھ جائے۔ ان کا اپنا حال یہ ہے کہ جب بلالؓ کو بلائیں تو یا سیدی بلالؓ یعنی ''اے میرے آقا بلالؓ'' کہہ کر بلائیں۔ جنرل صاحب! جنرل صاحب! صرف سید النسل ہونا باعث کمال نہیں ہے اس عالی نسب اور شرف کی لاج رکھنا بڑا کمال ہے۔ خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھنا اللہ کے ہاں مقبولیت کے درجہ پر فائز ہونے کی دلیل نہیں۔ یہ تو سوہنے رب کے حوصلہ کا کمال ہے' جو اپنے برے سے برے دشمنوں کو بھی کھلے دل سے برداشت کر لیتا ہے اور مہلت کی رسی مزید ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے کہ شاید مٹی کا یہ پتلا اپنی سوچ اور چلن کی مہاریں موڑ لے۔

یقیناً جنرل صاحب! ''وردی اور بوٹ'' اتار کر خانہ کعبہ کی چھت پر قدم رنجہ فرمایا ہوگا کیونکہ اللہ کے حضور ان عارضی چیزوں کا زور اور رعب نہیں چلتا۔ شاید چھت پر نعرہ تکبیر بلند کرتے وقت تحت الشعور سے پردۂ ذہن پر یہ بات بھی ابھر ہو کہ اس گھر کی چھت سے کوئی دوسری چھت عالی مقام نہیں ہے اور اس گھر کے مالک اللہ رب العزت سے بڑا کوئی آقا نہیں ہے۔ یہ امریکہ و برطانیہ کے بش وبلیئر' یہ سب چار دن کا کھیل تماشا ہے' جو صرف دو ٹکے کی دنیائے دنی تک محدود ہے۔ اصل حاکمیت تو اللہ ہی کو سزاوار ہے' اس کی محکومی میں ہی مخلصی ہے۔

جس چھت پر قدم رکھنا جنرل صاحب آپ نے اپنے لیے باعث افتخار جانا ہے اور جاننا بھی چاہیے کیونکہ یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ جنرل پرویز مشرف ہونے کی وجہ سے نہیں' بلکہ صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان کہلانے کی وجہ سے آپ کے حصہ میں آئی ہے۔ اس چھت پر چڑھ کر اس سوچ نے بھی ستایا ہوگا کہ یہ وہ مرکز اسلام ہے' جس کی جڑیں کاٹنے اور بنیادیں ہلانے میں ہمہ وقت مصروف دشمنانِ اسلام کے اتحاد ثلاثہ کے آپ فرنٹ لائن اتحادی بنے ہوئے ہیں' جن کے لیل ونہار انہی منصوبہ بندیوں میں بسر ہوتے ہیں کہ کس طرح اسلام کے اس مرکز کو زمین بوس کیا جائے' تا کہ اس ایک مرکز سے بندھی ہوئی یہ مختلف النسل اقوام اپنی مرکزیت کھو کر اپنا اسلامی تشخص برقرار نہ رکھ سکیں اور اس چھت پر کھڑے کھڑے لمحہ بھر کے لیے ان مظلوم وبے بس مسلمانوں کی دلدوز چیخیں پردۂ سماعت سے ضرور ٹکرائی ہوں گی' جو آپ کے اتحادی بش بہادر کے عقوبت خانوں میں پڑے نت نئی اذیتوں کے شکار ہو رہے ہیں۔ فاطمہ اور نور کی دلگداز فریادوں نے آپ کو ضرور دل گرفتہ کیا ہوگا' جو کفر کی جیلوں میں وحشی درندوں کی درندگی کا جبر سہہ رہی ہیں اور کسی محمد بن قاسم کی آمد کی اُمیدوں پر خود کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ آپ کے دل میں ان مسلمان بیٹیوں کے لیے ٹیس کا اٹھنا لازمی تھا کیونکہ آپ ایک ''اچھے مسلمان'' ہیں اور اچھا مسلمان کبھی بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کے مسلمان بھائیوں پر کوئی ظلم کرے خواہ وہ دنیا کے کسی بھی کونے کنارے میں بستے ہوں' لیکن آپ تو خود افغانوں کے قتل میں امریکیوں کے اتحادی رہے ہیں۔

تمام مسلم ممالک پاکستان کو اسلام کا قلعہ سمجھتے ہیں۔ آپ اس قلعہ کے باوردی محافظ ہیں۔ اس قلعہ کو ایٹم بم سے لیس کر کے ناقابل تسخیر بنانے والے ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور جرأت وہمت کا بے مثال مظاہرہ کرتے ہوئے اور سپر پاور کے مزاج کو بلائے طاق رکھتے ہوئے جب وقت کے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے بم دھماکے کر کے اور میزائل چلا کے پاکستان کے دور ونزدیک کے دشمنوں کو یہ پیغام دیا کہ اب پاکستان کے خلاف کسی نے اگر بدنیتی سے قدم اُٹھانا ہو تو ذرا سوچ سمجھ کر اُٹھائے۔ ہم بھی کسی سے کم نہیں ہیں۔ ان ہر دو شخصیتوں کے متعلق اپنے ناروا رویہ پر بھی ضرور غور کیا ہوگا' جو اس وقت آپ کے زیر عتاب ہیں۔

کعبہ جس کے عین اوپر ملائکہ کا کعبہ ہے جسے ''بیت المعمور'' کہتے ہیں۔ فرشتوں کے کعبہ اور انسانوں کے کعبہ کے درمیان کی پرانوار رحمتوں اور شفقتوں میں لپٹی ہوئی پُر کیف فضا میں پتھر سے پتھر انسان کا دل بھی موم ہو جاتا ہے' سینہ سسکیوں سے ابلنے لگتا ہے۔ ایسے میں اگر سسکیوں کو آنکھوں کے راستے راہ نہ ملے' تو کلیجہ پھٹنے کو آتا ہے۔ یقیناً اس کیفیت میں جبکہ دل موم سے بھی نرم ہو کر پگھلنے کو ہوتا ہے۔ آپ پر بھی اللہ رب العزت کے خوف سے لرزہ طاری ہوا ہوگا۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے' جب رعونت شعاروں کی رعونتیں خاک میں مل جاتی ہیں۔ ایک اچھا اور سچا مسلمان اپنا سب کچھ اپنے اللہ کے سامنے ہار دیتا ہے۔ خود سے سرزد غلطیوں پہ پشیمان ہوتا ہے۔ آپ بھی ایک انسان اور ''اچھے مسلمان'' ہیں' اپنے سینے میں دردمند دل رکھتے ہوں گے۔ اپنی رعایا کی حالت زار پر دل میں کروٹیں اُٹھی ہوں گی' جو کہ آپ کے دور حکومت میں خط غربت سے بھی نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیئے گئے ہیں۔ یہ عزم کیا ہوگا کہ اپنے وطن پہنچتے ہی پالیسی سازوں کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے رعایا' گھمبیر مسائل کی جن زنجیروں میں جکڑی جا چکی ہیں' ان کو کاٹ کر رکھ دیں گے اور مہنگائی کے دو پاٹ جن کے درمیان یہ ہر روز پستے اور سسکتے ہیں ان کو توڑ کر رکھ دیں گے۔

جنرل صاحب! آپ کے لیے مخلصانہ مشورہ ہے عمل کر لیں گے' تو اس میں آپ کا فائدہ ہی فائدہ ہے اور نقصان ذرا نہیں۔ وہ یہ کہ آپ یہ خیال اپنے دل سے نکال دیں کہ وردی آپ کے عہدہ صدارت کی حفاظت کرتی ہے۔ جنرل صاحب! شاید آپ کو اس کا ادراک نہیں ہے کہ رعایا کی قوت کیا چیز ہوتی ہے۔ عوامی قوت کے پیچھے خدائی تائید کا ہاتھ ہوتا ہے۔ یہ تائید تب حاصل ہوگی' جب آپ حرص وہوا کے بندوں کے چکر سے نکل کر خود عوام کے مسائل حل کرنے میں مخلص ہوں گے۔

(بشکریہ روزنامہ ''انصاف'')

# شب جائے کہ من بودم

## جامعہ اشرفیہ میں علماء کرام سے ملاقات کی تاثراتی روداد

ایوب بیگ مرزا

اگرچہ تنظیم اسلامی کی آغاز سے ہی یہ پالیسی رہی ہے کہ علماء کرام سے نہ صرف رابطہ رکھا جائے بلکہ گاہے بگاہے اُن سے رہنمائی بھی حاصل کی جائے۔ بانیٔ تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے تو اپنی بعض کتب علماء کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کیں کہ اگر کہیں اصلاح کی ضرورت محسوس کریں تو وہ حاضر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مغرب سے اٹھنے والی سیکولرازم کی وہ آندھی جس کا ظاہر سفید اور باطن سیاہ اور تاریک ہے' اُس کے سامنے چٹان کا کردار وہ مکاتب اور جامعات ہی ادا کر رہے ہیں جنہیں علماء کرام نے بڑی محنت اور جانفشانی سے قائم کیا اور اب بڑی عرق ریزی اور استقامت سے انہیں ایسے خطوط پر چلا رہے ہیں کہ طالبان علم روح کی پیاس بجھا سکیں۔ مغرب کی عیسائی اور مشرق کی ملحد حکومتیں تو روز اول سے ان فیکٹریوں کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہیں جو اللہ اور رسول ﷺ کے اقوال مبارک گھول گھول کر دین حق کے متلاشیوں کو پلا رہی ہیں۔ اصل بدقسمتی یہ ہے کہ مملکت خداداد پاکستان کی موجودہ حکومت ان دین دشمن قوتوں کی ہراول دستہ بن کر مدارس اور جامعات پر کریک ڈاؤن کر رہی ہے اور اندھا دھند پکڑ دھکڑ کر رہی ہے۔ اس پس منظر میں تنظیم اسلامی کی اعلیٰ قیادت نے فیصلہ کیا کہ وہ علماء کرام سے رابطہ کرے گی تاکہ حکومت کی ان دین دشمن کارروائیوں کے خلاف کوئی لائحہ عمل تیار کیا جا سکے۔ وسیم صاحب جو نائب ناظم نشرواشاعت ہیں' رابطے طے کروانے کے بڑے ماہر ہیں۔ اُنہوں نے فوراً جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مولانا عبدالرحمان اشرفی سے ملاقات کا وقت طے کر لیا۔ عجب بات یہ ہوئی کہ 14 اگست کو' جبکہ قوم جشن آزادی منا رہی ہوتی ہے' مغرب کی نماز کے فوراً بعد کا وقت طے ہوا۔ امیر تنظیم حافظ عاکف سعید صاحب کا حکم تھا کہ اس ملاقات میں اُن کے ساتھ ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی صاحب اور راقم بھی موجود ہوں گے۔ راقم غروب آفتاب سے پندرہ منٹ پہلے گھر سے روانہ ہوا۔ یہ بھولی قوم جو سچ مچ اپنے آپ کو ایک آزاد قوم سمجھتی ہے' زور دار انداز میں پٹاخے چلا رہی تھی اور آتش بازی کر رہی تھی۔ موٹر سائیکلیں سلنسروں سے آزاد ہو کر چنگھاڑ رہی تھیں۔ ون ویلنگ کا مظاہرہ سرعام ہو رہا تھا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ شہر بھر میں سولہ نوجوان ون ویلنگ کرتے ہوئے ہلاک ہو گئے۔ گاڑی چلاتے ہوئے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے سامنے کھڑے بش اور بلیئر دیوانہ وار قہقہے لگا کر میرا تمسخر اڑا رہے ہیں۔ اپنی سوچوں میں گم دل ہی دل میں اپنی بے بسی کا ماتم کرتے ہوئے میں جامعہ اشرفیہ جا پہنچا۔ کچھ ہی دیر بعد خلجی صاحب تشریف لے آئے۔ مغرب کی اذان کے دوران امیر تنظیم بھی مسجد میں داخل ہوئے۔ میں جامعہ اشرفیہ کی مسجد کے امام کی قراءت کا بڑا گرویدہ ہوں۔ یہاں جہری نماز پڑھنے کا لطف ہی کچھ اور ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر ہم تینوں مسجد کے وسیع و عریض صحن میں بیٹھ کر مسجد کے حسن کا نظارہ کرتے رہے' کیونکہ مولانا اوّابین کے نوافل بڑے خشوع وخضوع سے پڑھ رہے تھے۔ نوافل سے فارغ ہو کر مولانا بڑے تپاک سے ملے۔ امیر محترم کو محبت سے علامہ کہہ کر مخاطب ہوئے اور اپنے گھر چلنے کی دعوت دی' لیکن گفتگو راستے ہی میں شروع کر دی۔ گفتگو کا آغاز 22 نکات کے مرتب کرنے سے کیا اور بڑے دلدوز انداز میں کیا۔ کیسا عمدہ وقت تھا جب علماء نے اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمنوں کا منہ بند کر دیا تھا۔ حکومت کے اس عذر لنگ کا جواب دے دیا گیا کہ کون سا اسلام نافذ کریں' بریلوی' دیوبندی یا شیعہ۔ مولانا نے انکشاف کیا کہ وہ اس اجتماع میں خادم کی حیثیت سے شامل تھے اور روزانہ اجتماع کا آغاز وہی تلاوتِ کلام پاک سے کرتے تھے۔ موجودہ صورت حال پر گفتگو اور دونوں اطراف سے اس پر تشویش کا اظہار ہوا۔ مولانا نے یہ کہہ کر راقم کو حیرت میں ڈال دیا کہ میں آپ کو مولانا مودودیؒ کی ایک کرامت سناتا ہوں۔ ایک سند یافتہ کٹر دیوبندی عالم دین کی زبان سے مولانا مودودیؒ کی مداح مجھے عجیب سی لگ رہی تھی۔ کہنے لگے کہ مولانا اچھرہ میں رہائش پذیر تھے تو کبھی کبھی جمعہ پڑھنے جامعہ اشرفیہ آجاتے تھے۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ مولانا کتنے نفیس الطبع تھے۔ ایک روز کہنے لگے صحن میں لگا اینٹوں کا فرش پاؤں کو تکلیف دیتا ہے۔ میں نے پوچھا حضرت کیسا فرش ہونا چاہیے؟ کہنے لگے سنگ مرمر لگنا چاہیے۔ میں سن کر خاموش ہو رہا۔ وسائل اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ دو تین روز بعد ہی میرے پاس مسجد کا ایک نمازی آیا۔ کہنے لگا مجھے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ آپ ﷺ مسجد کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ ہر لحاظ سے یہی جامع مسجد تھی لیکن صحن کا فرش سنگ مرمر کا تھا۔ خود ہی کہنے لگا میرے لیے اس خواب کی تعبیر بڑی سیدھی اور واضح ہے۔ درحقیقت مجھے حکم ہوا ہے کہ میں مسجد کے صحن میں سنگ مرمر کا فرش لگواؤں۔

مولانا جنات سے اپنی دوستی کا ذکر کرتے رہے' کہنے لگے کہ میرے کمرے کی بالکنی کی طرف جو باغیچہ ہے اس میں میرے یہ دوست رہتے ہیں۔ رات کو اکثر میرے کمرے میں آجاتے ہیں اور میرے بالوں سے کھیلتے رہتے ہیں اور ان سے اکثر محفل جمتی رہتی ہے اور گفتگو چلتی رہتی ہے۔ جنات کے ہاتھوں مسجد کے باہر والے حصے میں ایک حادثہ کا ذکر بھی کیا اور کہنے لگے کہ میرا اب ان سے معاملہ طے ہو گیا ہے کہ وہ صرف گنبد میں رہیں گے

بہرحال مولانا نے چائے اور ایران سے آئے خصوصی باداموں سے ہماری تواضع کی اور بڑی محبت سے رخصت کرنے باہر تک تشریف لائے۔ باہر مولانا فضل الرحیم کے مقرر کردہ دو افراد ہمارے منتظر تھے۔ وہ ہمیں مولانا کے پاس لے گئے۔ اذان کا وقت ہوا چاہتا تھا لہٰذا اُن سے بڑی مختصر لیکن انتہائی مفید ملاقات ہوئی۔ اُنہوں نے دعوت و تبلیغ اور قرآن پڑھنے پڑھانے کے لیے کتنے جدید انداز اختیار کیے ہیں! ہمارے لیے یہ بڑی خوشگوار حیرت کا باعث بنا۔ لوگوں کے روزمرہ مسائل پر سوال و جواب کا ای میل اور انٹرنیٹ کے ذریعے زبردست انتظام کیا گیا ہے۔ مسائل کے حوالہ سے سوال و جواب کو شائع کر کے اُس کا نام فتاوہ انٹرنیٹ رکھا ہے۔ مولانا فضل الرحیم نے قرآن اکیڈمی تشریف لانے اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے ملاقات کی شدید خواہش کا اظہار کیا۔ امیر محترم نے قرآن اکیڈمی تشریف لانے کی باقاعدہ دعوت دی۔ مغرب کی نماز سے شروع ہونے والی اس مفید ملاقات کا اختتام عشاء کی نماز پر ہوا۔


**ضرورت رشتہ**

☆ لاہور کے رہائشی آرائیں فیملی کے کامرس گریجوایٹ' پرائیویٹ ادارے میں اکاؤنٹنٹ اور ذاتی کاروبار کے حامل لڑکے کے لیے تعلیم یافتہ' دیندار لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: مختار احمد خان ناظم بیت المال' تنظیم اسلامی

فون: 0300-4497667

☆☆☆☆

# مفتی محمد عبدہٗ اور احیائے اسلام

سید قاسم محمود

شیخ محمد عبدہٗ کی جلاوطنی ختم ہوئی تو اہلِ مصر نے اُن کی قدر افزائی اور احترام میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ وہ ان کی خدمات' حب وطن اور قربانیوں سے آگاہ تھے۔ وطن واپسی کے بعد مفتی عبدہٗ کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ انہوں نے ایک مصلح اور خادم عوام کی حیثیت میں اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے قاضی کے فرائض سرانجام دیئے۔ جامعہ ازہر کے نصابی اور انتظامی ڈھانچے میں' تبدیلیاں تجویز کیں اور ازہر کی انتظامی کمیٹی میں مؤثر ترین رکن کے طور پر کام کیا۔ آپ مجلس وضع قانون کے ممبر بنے۔ آپ مصر کے مفتی اعظم بھی مقرر ہوئے۔ ان کے فتووں کو مستند اور قطعی تصور کیا جاتا تھا۔ ان کے بعض فتوے یادگار' خاص طور پر وہ فتوے جن کا تعلق مصر کے مسلمانوں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کے باہمی روابط سے تھا۔ ان کے فتووں میں وسیع المشربی کا مظاہرہ تھا لیکن اس وسیع المشربی نے قدامت پسند علماء کو محمد عبدہٗ کا دشمن بنا دیا۔ اس قسم کے بعض فتوے بہت مشہور ہیں۔ مثلاً ایک فتوے کے مطابق مسلمانوں کے لیے یہودیوں اور عیسائیوں کا ذبیحہ کھانا جائز قرار دیا ہے۔ دوسرے فتوے کی رو سے' ڈاک خانوں کے سیونگ بنکوں کی امانتوں پر سود وصول کرنا بھی جائز بتایا گیا۔ ایک تیسرے فتوے میں آپ نے مسلمانوں کے لیے یورپی لباس پہننا جائز قرار دیا۔ ان فتووں کے جواز میں سب سے بڑی دلیل یہ دی گئی تھی کہ قرآن میں ان چیزوں کا ذکر نہیں ہے۔ ان فتووں کی وجہ سے مفتی محمد عبدہٗ تمام اسلامی ممالک میں متعارف ہو گئے خصوصاً ان مسلمان حلقوں میں آپ کا احترام بڑھ گیا جن کو مغربی معاشرت سے ربط ضبط رکھنا پڑتا ہے۔ بیرونی ممالک میں طویل قیام نے مفتی صاحب کی سوچ کے افق کو بہت وسیع کر دیا تھا۔ اور جو لوگ مفتی صاحب کے خیالات پر اعتراض کرتے تھے' ان میں اکثریت ایسے افراد کی تھی جو اپنی ناواقفیت اور کم علمی کی بدولت اسلام کو زمانہ ماضی کے علماء اور آئمہ کے مدون عقائد تک محدود سمجھتے تھے۔ "مشاہیر الشرق" کے مطابق یہ لوگ اکثر کہا کرتے تھے کہ ...... یہ کس قسم کا شیخ ہے جو فرانسیسی میں باتیں کرتا ہے۔ یورپ کے ملکوں کا سفر کرتا ہے۔ فرنگیوں کی تحریروں کے ترجمے کرتا ہے ان کے فلسفیوں کے اقوال نقل کرتا ہے۔ ان کے علماء سے مباحثے کرتا ہے۔ ایسے فتوے دیتا ہے جو اس سے پیشتر کسی نے نہیں دیئے"۔ چنانچہ وہ اپنے مولویوں کے کہنے پر مفتی کو کافر سمجھنے لگے۔ لارڈ کرومر کا کہنا ہے کہ "وہ اپنے تجدد کی وجہ سے اس قدر بدنام ہوئے کہ قدامت پسند مسلمانوں کو اپنے ساتھ نہ رکھ سکتے تھے۔" اور خود اتنے مغرب زدہ نہ تھے کہ یورپی طریقوں کے نقالوں کو خوش کر سکتے۔ لہٰذا وہ نہ تو "کافی پکے" مسلمان تھے نہ کافی "پکے یورپی" تھے۔ ڈاکٹر ایڈمز کی رائے کے مطابق مفتی صاحب کے ہمدرد کمزور اور بزدل تھے جبکہ ان کے مخالفین متحرک اور پرشور تھے۔ اس کے باوجود ہندوستان سے لے کر مراکش تک حکمرانوں کا طبقہ ان کے نام سے خائف تھا۔ ملک شام اور قلمرو عثمانی کے مختلف حصوں کے اخبارات کو سلطان نے حکم دے دیا تھا کہ مفتی کی موت پر کوئی اطلاع کوئی مرثیہ کوئی سوانح حیات شائع نہ کریں' کیونکہ ان کے نام کے ساتھ "اصلاحات" اور تبدیلیوں کا تذکرہ ناگزیر تھا۔

شیخ محمد عبدہٗ کی مقبولیت اور شہرت نے اُن کے بہت سے حاسد اور دشمن بھی پیدا کر دیئے تھے۔ علمائے ازہر تو شروع ہی سے اُن کے حریف تھے۔ وہ اُن کو معتزل اور تجدد پسند کہہ کر بدنام کیا کرتے تھے' جبکہ جدید تعلیم یافتہ افراد اُنہیں رجعت پسند عالم کہا کرتے تھے' کیونکہ وہ سیاست میں اعتدال اور تدریجی عمل کے قائل تھے۔ اُس زمانے میں خدیو مصر اپنی افتادہ اراضی کا انتقال اوقاف کی بہتر اراضی سے کرنا چاہتا تھا' لیکن شیخ محمد عبدہٗ سدِ راہ تھے۔ آخر دشمنوں کی ریشہ دوانیاں رنگ لا کر رہیں خدیو کا رویّہ بدل گیا اور وہ تمام مجوزہ اصلاحات کی مخالفت کرنے لگا۔ بالآخر شیخ محمد عبدہٗ نے تنگ آ کر الازہر کی مجلس انتظامیہ سے استعفیٰ دے دیا اور الازہر کے معاملات پُرانی ڈگر پر چلنے لگے۔

شیخ محمد عبدہٗ کے استعفیٰ کے خلاف عالم اسلام میں زبردست ردِعمل ہوا۔ نواب محسن الملک نے اخبار "المنار" میں خدیو مصر کے نام ایک مکتوب شائع کر کے مسلمانانِ ہند کے جذبات کی ترجمانی کی اور خدیو مصر کے جبرو استبداد اور علمائے ازہر کے جمود اور طور طریقوں پر شدید تنقید کی۔

مفتی محمد عبدہٗ یورپ جانے کے لیے اسکندریہ میں مقیم تھے کہ چند روز کی علالت کے بعد انہوں نے 11 جولائی 1905ء (8 جمادی الاوّل 1323ھ) کو وفات پائی۔ اُن کے انتقال کے ساتھ ہی اُن کے حریفوں کی خفیہ سازشیں بھی ختم ہوگئیں۔ وہ ہندوستان' ترکستان اور ایران کا سفر کر کے اِن ممالک کے مسلمانوں کے چشم دید احوال اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ تاریخ اسلام کی تصنیف اور ایک روزنامے کے اجراء کا بھی عزم رکھتے تھے اور الازہر کی اصلاح سے مایوس ہو کر ایک جدید طرز کی جامعہ کی تاسیس بھی کرنا چاہتے تھے' لیکن موت نے اِن منصوبوں کی تکمیل کی مہلت نہ دی۔

برطانوی ہائی کمشنر لارڈ کرومر نے لکھا تھا کہ مفتی محمد عبدہٗ روشن دماغ اور بلند نظر مدبر تھے' لیکن عالم خیال میں رہنے والے تھے۔ اُن کی وطن پروری شبے سے بالا ہے۔ سچ یہ ہے کہ اُن کے بعض منصوبوں کی ناکامی میں اُس زمانے کے حالات کا بھی دخل تھا' لیکن وہ اپنے پیچھے اپنے شاگردوں اور مداحوں کی ایک جماعت چھوڑ گئے' جس نے اُن کے ادھورے کاموں کی تکمیل کی۔ سید محمد رشید رضا نے "المنار" کے ذریعے اُن کے دینی و اصلاحی افکار کی روشنی ساری دنیائے اسلام میں پہنچائی۔ جامعۂ الازہر کی اصلاح کی تکمیل اُن کے شاگرد شیخ مصطفیٰ المراغی کے ہاتھوں ہوئی۔ اُن کے اصلاحی خیالات و نظریات کی ترجمانی شکیب ارسلان کرتے رہے اور سیاسی میدان سعد زغلول پاشا نے سنبھالا اور بالآخر مصر کو آزادی سے ہمکنار کیا۔

## مفتی صاحب کا علم و فضل

مفتی صاحب علم و فضل اور فصاحت و بلاغت میں اپنے معاصرین پر فائق تھے۔ وہ مصر جدید کی ادبی بیداری کے بانی ہیں۔ اُن کے قلم نے عربی زبان کو ادبی' اخلاقی اور سیاسی' غرض کہ متنوع موضوعات پر زندہ مضامین کے بیان کی قوت بخشی۔ ان کے پہلے علماء و خواص بھی علم بلاغت کے متنوع صحیح مفہوم سے ناآشنا تھے۔ جب وہ بیروت سے واپس آئے تو انہوں نے الازہر کے رواق عباسی میں امام عبدالقاہر جرجانی کی کتابوں "دلائل الاعجاز" اور "اسرار البلاغۃ" کا درس دینا میں شروع کیا اور اُن کو اپنے حواشی کے ساتھ شائع کیا۔ طلبہ کو عربی زبان کے فصیح اور معیاری اسلوب بیان سے آشنا کرنے کے لیے "نہج البلاغۃ" اور "مقامات بدیع الزماں ہمدانی" کو ضروری تشریحات کے ساتھ شائع کیا۔ اُن کا درس ادبی ہوتا' جس سے ذوقِ سلیم کی پرورش ہوتی اور اسلوب بیان میں سادگی اور صفائی اور اثر انگیزی پیدا ہوتی۔ اُن کے درس سے اُن کے شاگرد محمد رشید رضا' سعد زغلول' احمد تیمور' محمد حافظ ابراہیم' مصطفیٰ منفلوطی اور عبدالرحمان برقوقی وغیرہ نے پورا فائدہ اُٹھایا اور آئندہ چل کر مصر کی ادبی دنیا میں بڑا نام پیدا کیا۔

## آپ کے اخلاق و اوصاف

آپ کے ہر آشنا کے دل میں آپ کے عظیم شخصیت

گھر کر گئی تھی۔ آپ کے چہرے سے رعب و جلال' آپ کی نشست و برخاست میں وقار و طمانیت کے آثار تھے۔ بڑے لوگوں کی خوشامد اور لجاجت سے بالاتر تھے۔ آپ نفاست پسند اور متواضع تھے۔ حد درجہ روادار اور شفقت کرنے والے تھے۔ آپ اپنے سے زیادتی کرنے والوں کو درگزر اور بُرائی سے پیش آنے والوں کو معاف کر دیتے تھے۔ جامعہ الازہر کے غریب اور نادار طلبہ پر بہت مہربان تھے۔ اکثر طلبہ کے لیے آپ کی جانب سے ماہانہ وظائف مقرر تھے۔ اپنی رائے کے اظہار میں راست بازی اور صراحت سے کام لیتے تھے۔ کوئی عملی اقدام نہ کرتے' تاوقتیکہ اُس کو عقل و تدبر کی کسوٹی پر نہ جانچ لیتے۔

آپ کے اسلامی جذبہ یہ خلوص نے آپ کے اندر فکر و عمل کی عجیب و غریب قوت و طاقت بھر دی تھی۔ اسلام کا رنگ آپ کے قلب و دماغ پر چھا گیا تھا۔ آپ کا دعویٰ تھا کہ اسلام عصرِ حاضر کے تقاضوں سے اُس وقت تک ہم آہنگ نہیں ہو سکتا' جب تک اس میں عالمگیر پیمانے پر اصلاح نہ ہو۔ اسلام بلکہ مسلمانوں کے اندر ایسی اصلاح درکار ہے جو فی الحقیقت مسلمانوں کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ تک پہنچا دے۔ آپ کے نظریے کے مطابق یہ اصلاح اسلام کے قرنِ اوّل کی طرف رجوع کرنے میں مخفی تھے۔

اسلامی ممالک کے زوال و انحطاط کے اسباب و حالات سے پوری طرح آگاہ اور بے خبر ہونے کی وجہ سے آپ رات بھر جاگا کرتے اور دنیائے اسلام کی اصلاح کے وسائل و ذرائع پر غور و فکر کیا کرتے۔ عام طور پر اسلام اور مسلمانوں کی طرف توجہ کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کا دل حب الوطنی کے جذبات سے بھی سرشار ہوتا' اور خاص طور پر اپنے وطن مصر کے لیے موجزن ہوتا' تاکہ یہاں وطنی و قومی خلوص کی بجائے اسلامی عظمت و وقار کا پرچم لہرائے۔

مفتی صاحب اپنی تمام کوششوں میں حُسنِ انجام کی قوی توقع رکھتے تھے۔ اپنی ناکامیوں اور مشکلات میں آپ کی یہی اُمید غالب رہا کرتی تھی۔ قاسم امین لکھتے ہیں: ''آپ کو اُمتِ مسلمہ کی اصلاح و ترقی کے لیے جو آرزو تھی' اُسے کوئی چیز متزلزل نہیں کر سکتی تھی۔ آپ کو پختہ یقین تھا ہماری زرخیز و شاداب سرزمین میں جب صالح اور پاک تخم بویا جائے گا تو وہ نشو و نما پائے گا' بارور ہو گا' اسی طرح جیسا کہ اس میں فساد کی تخم ریزی نے نشو و نما پائی اور ناخوشگوار پھل لائے' اسی لیے آپ اپنے بھرپور دونوں ہاتھوں سے صالح افکار' نیک جذبات و خیالات اور مفید تعلیمات کا وہ تمام ذخیرہ لٹاتے رہے' جن کو آپ نے اپنی زندگی میں جمع کر رکھا تھا۔''

## احیائے اسلام کی اُمید

مفتی محمد عبدہٗ کا عقیدہ یہ تھا کہ اُمت مسلمہ جن امراض و علل میں مبتلا ہے' اُن کا واحد علاج یہ ہے کہ صحیح اور اصلی اسلام کی طرف تمام اسلامی جماعتوں کو دعوت دی جائے۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمان بے شمار غیر مہذب رسوم و عادات کے غلام ہو چکے ہیں۔ جہالت اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اُن کے نزدیک اسلام کے احیاء و ارتقا کی صرف ایک اُمید تھی کہ دینِ حنیف کے بنیادی اصول و احکام کو از سرِ نو زندہ کیا جائے' جس کے بغیر کوئی مسلم ''مسلمان'' نہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم و تربیت' نشر و اشاعت اور جدید علمی تحقیقات کے ذریعے فکری بیداری کو تیز کیا جائے' تاکہ اُمت دوسری اقوامِ عالم کے مقابلے میں آ سکے۔ اُن کے نزدیک اگر اسلام کی اصل رُوح کو سمجھ لیا جائے اور اُس کی تشریح حسین پیرایے میں کی جائے تو جدید تہذیب کی رُوح میں یا جدید سائنس کے ثمرات میں کوئی ایسی شے نہیں جو صحیح اسلام کے خلاف ہو۔

مگر سوال یہ ہے کہ اس قسم کی اصلاحات کس طرح اور کن وسائل کے ذریعے کی جا سکتی ہیں؟ مفتی صاحب کے استاد جمال الدین افغانی سیاسی انقلابات برپا کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ بعض دوسرے مصلحین کا نظریہ تھا کہ اصلاحات کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ مغربی علم' مغربی تہذیب اور مغربی تمدن کو اختیار کر لیا جائے۔ محمد عبدہٗ اِن دونوں کے خلاف تھے۔ اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ واحد ذریعہ کامیابی یہ ہے کہ پہلے ہر اسلامی ملک میں اسلامی نشاۃ و تجدید کا جذبہ زندہ و بیدار کیا جائے۔ انہوں نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے:۔

''ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مقصد و مُدعا' جس کے حصول کے لیے ہم سب اپنی بہترین توانائی صرف کر رہے ہیں' محض یہ ہے کہ دینی احکام و نصوص کو سمجھنے میں جو غلطی واقع ہو گئی ہے' اُس کو دُور کیا جائے اور عقائد کو دُرست کیا جائے' کیونکہ جب عقائد بدعتوں اور من گھڑت اُصولوں سے پاک اور اپنی اصلی صورت میں جلوہ گر ہو جائیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ ہمارے تمام کام خلل و اضطراب سے محفوظ رہیں گے۔ افراد کے حالات دُرست' اُن کی بصیرت دینی و دنیوی حقیقی علوم سے روشن اور اُن کے اخلاق فطری خوبیوں سے آراستہ ہو جائیں گے اور رفتہ رفتہ افراد کے سنبھلنے سے جماعت اور اُمت بھی سنور جائے گی۔

''جب تم کسی داعی کو سنو جب وہ علمِ دین حاصل کرنے کی طرف دعوت دے رہا ہے' تو اس کا یہی مقصد ہے' یا کوئی مبلغ دینی تربیت پر زور دے رہا ہے تو یہی اُس کی غرض و غایت ہے' یا کوئی مقرر مسلمانوں کی موجودہ برائیوں اور خرابیوں کی نشان دہی کر رہا ہے تو یہی اس کا منتہائے نظر ہے۔ غرض کہ مسلمانوں کی اصلاح کا ارادہ کرنے والوں کا یہی طریقہ ہے۔ اِس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں' کیونکہ اُن کے ادب و حکمت کے طریقوں کے لیے' جو دینی رنگ سے خالی ہیں' ایک جدید بنیاد قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس قسم کے مصلحین کے پاس اپنا کوئی مواد و مسالہ نہیں اور نہ اُسے کوئی کارکن یا مزدور آسانی کے ساتھ دستیاب ہو سکتے ہیں جو اُس کے کام میں ہاتھ بٹائیں۔

''جب اسلام تہذیب' اخلاق اور عملی فلاح کا کفیل ہے' سعادت و خوشحالی کے تمام دروازے تمام لوگوں کے لیے کھولے ہوئے ہے' اسلام کو اپنے پیروکاروں پر کافی اعتماد ہے۔ اسلام مسلمانوں کے پاس ہر وقت موجود رہتا ہے' تو مسلمانوں کو اس کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسلام کے دامن سے برگشتہ ہو کر اوروں کا سہارا کس لیے ڈھونڈا جا رہا ہے؟

آئندہ شمارے میں
مفتی محمد عبدہٗ کے شاگرد
**محمد رشید رضا**
کے حالات پر خصوصی مضمون ملاحظہ فرمائیے

- ایک متحرک' اُمید افزا' زندہ جریدہ' جس کا دھارا روشن مستقبل کی طرف بہتا ہے
- ایک فکری سنگم' جہاں مذہب' فلسفہ اور سائنس آ کر ملتے ہیں
- علم دوست حضرات و خواتین کے لئے فکر انگیز اور معلومات افزا تحریروں کا انتخاب
- اسلام اور سائنس میں دوستی کروانے والی' کسی بھی زبان میں چھپنے والی قدیم و جدید کتابوں کی تلخیصات' تعارفات' اقتباسات
- دنیا بھر کی احیائی تحریکوں کی اطلاعات' علومِ جدیدہ میں ہونے والی تحقیقی و ترویجی سرگرمیاں

قیمت: 20روپے — سالانہ: 200روپے

ادارۂ نشاۃِ اسلامیہ
Institute of Islamic Renaissance
35-B, Iqbal Avenue, Johar Town II, Lahore-54770, Pakistan
Tel: 042-5181643
e-mail: shahkarf@yahoo.com

# ’’صحافت کو درپیش خطرات‘‘

## جماعت اسلامی کی زیر اہتمام منعقدہ سیمینار کی روداد ام۔بی۔ کے قلم سے

جماعت اسلامی کی ایک خوبی یہ ہے کہ ؎

’’فارغ تو نہیں بیٹھے گا محشر میں جنوں اپنا
یا میرا گریباں چاک یا دامن یزداں چاک

کے مصداق کبھی فارغ نہیں بیٹھتی۔ مسلسل حرکت میں رہتی ہے۔ مظاہرے تو اس کے تقریباً روزانہ کے معمول میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مذاکرات‘ سیمینار‘ آل پارٹیز کانفرنس غرض یہ کہ مل بیٹھنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔ جب میں نے اخبارات میں یہ پڑھا کہ جماعت اسلامی اپنے سندھ آفس مسجد قبا میں ’’صحافت کو درپیش خطرات‘‘ کے عنوان سے سیمینار منعقد کرنے جا رہی ہے تو اشتیاق پیدا ہوا کہ اس میں شرکت کی جائے۔ سہ پہر تین بجے پروگرام طے تھا۔ سابقہ تجربات کی بنیاد پر مجھے اندازہ تھا کہ یہ سیمینار کبھی مقررہ وقت پر نہیں ہوگا‘ لہٰذا میں نے وقت پر پہنچنا غیر ضروری خیال کیا۔ تاہم سوا تین بجے میں وہاں پہنچ ہی گیا۔ اخبارات سے وابستہ چند لوگ موجود تھے۔ نہ صاحب صدر تھے اور نہ مقررین۔ خدا خدا کر کے کوئی پونے چار بجے پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم دینی جماعتوں سے خواہ وہ انتخابی سیاست میں شامل ہوں یا نہ ہوں‘ یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ جب حضور ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کی تبلیغ کرتی ہیں کہ ’’جس میں وعدے کا پاس نہیں اس کا کوئی دین نہیں‘‘ تو کم از کم اپنی حد تک اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ ان سے وعدہ خلافی سرزد نہ ہو۔ اور جب لوگوں کو یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ پروگرام فلاں وقت پر شروع ہوگا تو یہ لوگوں سے ایک وعدہ ہی تو ہوتا ہے! وگرنہ ہم میں اور ان لوگوں میں کیا فرق رہ جاتا ہے جو تقریبات میں تو لوگوں کو رات کے دس بجے مدعو کرتے ہیں اور تقریب کا آغاز گیارہ بارہ بجے کے بعد کرتے ہیں۔ عام لوگوں میں اور دین کے علمبرداروں میں اتنا تو فرق ہونا ہی چاہیے۔ بہر حال ان جماعتوں کی بھی کچھ مجبوریاں ہوتی ہوں گی۔

مقررین میں بیشتر سیاستدان حضرات تھے۔ کوئی سینئر صحافی موجود نہ تھا سوائے جماعت اسلامی کے اپنے اخبار روزنامہ ’’جسارت‘‘ کے کالم نویس شاہ نواز فاروقی صاحب کے‘ حتیٰ کہ اس روزنامہ کے چیف ایگزیکٹو یا چیف ایڈیٹر بھی موجود نہ تھے۔ سب سے پہلے ایک نوجوان مقرر راجہ خلیق الزماں صاحب تشریف لائے۔ ان کی تقریر نہ صرف اچھے اشعار سے مزین تھی بلکہ گاہے گاہے انہوں نے قرآنی آیات کا بھی حوالہ دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ صحافت پر ہر دور میں پابندیاں رہی ہیں اور نتیجتاً صحافت ہر دور میں خطرات کی زد میں رہی ہے۔ ہر دور کے حکمرانوں نے یہ چاہا ہے کہ حق اور سچ نہ لکھا جائے۔ لیکن اہل صحافت نے اپنا کردار ہر دور میں ادا کیا ہے۔

بعد ازاں ’’اسلامک لائیرز موومنٹ‘‘ کے صدر سید عبدالوحید ایڈووکیٹ صاحب تشریف لائے اور انہوں نے اپنے مختصر سے خطاب میں یہ پیشکش کی کہ ان کی موومنٹ کی لیگل ایڈ کمیٹی پابند سلاسل صحافیوں کی رہائی کی کوششوں میں ہر قسم کے تعاون کے لیے تیار ہے۔

خان امان اللہ خان‘ خان عبدالقیوم خان کے نام سے منسوب مسلم لیگ کی کراچی میں نمائندگی کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ سیمینار وقت کی ضرورت ہے جسے جماعت اسلامی نے پورا کیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں حکومت کی مذمت کی جس نے سندھ میں نئی مساجد کی تعمیر پر پابندی لگا دی ہے اور دینی مدارس کے خلاف کریک ڈاؤن میں مصروف ہے‘ صحافت اور صحافیوں پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان حکومتی اقدامات کے خلاف تحریک وقت کی ضرورت ہے۔

اب باری تھی جناب شاہنواز فاروقی صاحب کی۔ انہوں نے فرمایا کہ قوم اور صحافت کی ترقی اور تنزلی ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ قوم تو ترقی کر رہی ہو اور صحافت پر برا وقت آیا ہوا ہو۔ وطن عزیز کو ہم اسلامی جمہوریہ پاکستان کہتے ہیں لیکن نہ یہ ملک اسلامی ہے نہ جمہوری اور نہ ہی پاکستان ہے‘ بلکہ یہ جرنیلستان ہے‘ حالانکہ قیام پاکستان میں فوج کا کوئی کردار نہیں۔ فوج کے جرنیلوں نے پاکستان کی سیاست پر شب خون مارا جبکہ اس کا دستور میں کوئی سیاسی کردار نہیں۔ ملک کے پندرہ کروڑ عوام فرد واحد کے تابع ہو کر رہ گئے ہیں جس کا کوئی جواز نہیں۔ آزادیٔ صحافت قوم کی زندگی کے لیے آکسیجن کی حیثیت رکھتی ہے۔ آزادی کا اظہار کرنے والے قلیل تعداد میں ہیں جب کہ حکومت کے پاس زبردست ابلاغی قوت موجود ہے۔ ہمارے مجلّہ ’’فرائیڈے اسپیشل‘‘ پر منافرت پھیلانے کا الزام ہے جب کہ تاریخ گواہ ہے کہ جماعت اسلامی نے ہمیشہ اتحادِ اُمت کے لیے کام کیا ہے۔ صحافت پر قدغن پاکستان کے ضمیر اور شعور کا مسئلہ ہے۔ صحافت پر پابندی کے نتیجے میں 1971ء میں قوم تک صحیح اطلاعات نہیں پہنچ سکیں اور قوم کو سقوط ڈھاکہ کے سانحہ سے دوچار ہونا پڑا۔ آج بھی صورتِ حال یہ ہے کہ نفسیاتی اعتبار سے dismemberment ہو چکی ہے۔

پیپلز پارٹی کے قائد حبیب جنیدی صاحب نے فرمایا کہ اس پر کوئی دو رائے نہیں ہو سکتیں کہ پریس پر قدغن نہیں ہونی چاہیے۔ آزادیٔ اظہار رائے کے بغیر کسی جمہوری معاشرے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ صحافت ریاست کا بنیادی رکن ہے۔ پاکستان کی 58 سالہ تاریخ میں پریس کبھی آزاد نہیں رہا۔ پیپلز پارٹی اس صورتِ حال کی شدید مذمت کرتی ہے اور مطالبہ کرتی ہے کہ صحافت پر پابندیاں ختم کی جائیں اور صحافیوں کو رہا کیا جائے۔

اس کے بعد ’’پاکستان سندھی میڈیا فورم‘‘ کے نائب صدر اور روزنامہ ’’ہلچل‘‘ سے متعلق محمد یونس مہر تشریف لائے۔ انہوں نے فرمایا کہ دلیل اور قلم کی ایجاد کے وقت سے ہی صحافت خطرات کی زد میں ہے۔ اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنا محاسبہ کریں۔ سیاسی‘ لسانی اور مذہبی گروپ سب اپنا اپنا محاسبہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ بنگلہ دیش بننے کے بعد جب ذوالفقار علی بھٹو نے بنگلہ دیش منظور کرنا چاہا تو بنگلہ دیش نامنظور کی تحریک چلائی گئی۔ جب سندھ میں سندھی زبان کو سرکاری زبان قرار دینے کی بات ہوئی تو کس نے ’’اردو کا جنازہ بڑی دھوم سے نکلے‘‘ کا نعرہ لگایا؟ ابھی کل ایک شخص نے ڈی آئی جی پر قاتلانہ حملہ کیا۔ یہ تحقیق کرنے کے بجائے کہ ایسا ہوا کیوں‘ کہا یہ جا رہا ہے کہ یہ کراچی میں خونریزی کی سازش ہے۔ حالانکہ معاملہ یہ ہے کہ حملہ آور گزشتہ سات سال سے اپنے ساتھ ایک معاملے میں انصاف کے لیے در در کی خاک چھانتا رہا لیکن اسے انصاف نہ ملا اور یہ جو کچھ ہوا اسی کا ردِعمل تھا۔ اب کہا جا رہا ہے کہ ماضی کی افغان پالیسی ایک درست فیصلہ تھا جس کے نتیجے میں معاشرے میں ہیروئن اور کلاشنکوف کلچر عام ہوا۔ دلیل کو ماننے والا کلچر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اہل قلم کبھی آمروں کے ساتھی نہیں بنے۔ قوم کو پتا ہے کہ آمروں

کا ساتھ دینے والے کون لوگ ہیں۔

حیدرآباد پریس کلب کے جنرل سیکرٹری محمد شاہد شیخ صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ وطن عزیز ہمیشہ سے سیاسی اور معاشی بحران کا شکار چلا آ رہا ہے۔ خود حکمران پاکستان کی بدنامی کا سبب بنتے رہے ہیں۔ ملک میں نہ انتہا پسندی ہے اور نہ فرقہ واریت کا یہاں کوئی وجود ہے۔ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ بین الاقوامی ایجنڈے کا حصہ ہے۔ محض قرارداد نہیں بلکہ احتجاج کی ضرورت ہے۔ صحافیوں کی گرفتاری ریاستی دہشت گردی ہے۔ حکمران اس بات سے بے خبر ہیں کہ کراچی سے خیبر تک لاوا پک رہا ہے جو کسی وقت بھی پھٹ سکتا ہے۔

زین انصاری صاحب نے مسلم لیگ (ن) کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنی تقریر کا آغاز علامہ اقبال کے ان اشعار سے کیا ۔

یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری
اڑائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری
اڑالی قمریوں نے طوطیوں نے عندلیبوں نے
چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرز فغاں میری

انہوں نے کہا کہ سیمینار کا موضوع بھی عجیب ہے۔ بھائی آزادی ہے کہاں! آزادی ہو تو خطرات ہوں گے نا۔ صحافت کا قلم مقدس اور صحافی بہادر ہوتا ہے۔ صحافیوں نے ہر دور میں ظلم کے ساتھ پنجہ آزمائی کی ہے۔ صحافت قید میں ہے' صحافی قید میں ہیں' عدالت قید میں ہے' پارلیمنٹ قید میں ہے' وزیراعلیٰ حضرات قید میں ہیں۔ کون سا ادارہ ہے جو قید میں نہیں۔ صحافی کی سیاہی شہید کے خون سے زیادہ مقدس ہے۔ ابھی زین انصاری صاحب نے اپنی تقریر ختم کی ہی تھی کہ اذان کے ختم ہونے کے بعد صاحب صدر اسد اللہ بھٹو ایڈووکیٹ صاحب نے' جن کا تعارف صدر مجلس عمل صوبہ سندھ اور نائب امیر جماعت اسلامی کی حیثیت سے کروایا گیا' اپنی تقریر شروع کی تو میں اپنے آپ کو اس محفل میں قیدی محسوس کرنے لگا' کیونکہ مجھ پر تو یہ پھبتی صادق آتی ہے کہ وضو تو قائم رکھ نہیں سکتے' چلے ہیں اقامت دین کا کام کرنے۔ میں اپنی آزادی کی فکر کرنے لگا۔ اگر صاحب صدر کی تقریر کے آغاز میں ہی اٹھ جاتا ہوں تو پتا نہیں کن کن القاب سے نوازا جاؤں۔ دوسری جانب یہ فکر بھی تھی کہ اگر نہ اٹھا تو باجماعت نماز میں بروقت شمولیت مشکل ہو جائے گی۔ اجازت حاصل کرنے کا کوئی موقع بھی نہ تھا۔ اللہ کا نام لے کر اٹھ کھڑا ہوا اور سیدھے طہارت خانے کا رخ کیا۔ اگلی صبح اخبارات میں صاحب صدر کی تقریر کا جو حصہ شائع ہوا اس کو قارئین کے ملاحظے کے لیے نقل کیے دیتا ہوں۔ روزنامہ نوائے وقت کے مطابق انہوں نے فرمایا کہ اس وقت حکمران ٹولے سے آزادی صحافت کو شدید خطرات لاحق ہیں۔ مرکز اور صوبے کے حکمران اپنے نظریات کو مسلط کرنے کے لیے میڈیا کو دبانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تاہم ان کی یہ کوشش ناکامی سے دوچار ہوگی۔ مقررین نے اپنی تقریر میں اسلام کے نقطۂ نظر سے ذرائع ابلاغ کا کردار اور جو کچھ کردار وہ اس وقت معاشرے میں عریانی و فحاشی اور جھوٹ اور پروپیگنڈے پر مبنی خبروں کی اشاعت کے ذریعہ ادا کر رہے ہیں' اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا حتیٰ کہ جماعت اسلامی اور دیگر دینی رجحان رکھنے والے مقررین نے بھی اس پر کچھ کہنے کی زحمت نہیں فرمائی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری صحافت میں نہ تو مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ظفر علی خان اور ان کے جیسے دیگر ''بہادر صحافی'' موجود ہیں۔ اس کے برعکس یرقان زدہ Yellow جرنلسٹ صحافیوں کی صف میں موجود ہیں اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو سورج مکھی کی طرح اپنے قلم کا رخ اہل اقتدار کی طرف کیے رہتے ہیں۔ ایسے میں روزنامہ ''جسارت'' اور ''فرائیڈے اسپیشل'' سے وابستہ صحافی حضرات کا دم غنیمت ہے۔ مجھے توقع ہے کہ اس وقت بھی یہ اسیر صحافی جو آزادی کے زمانے میں اپنے کالم ''سو ہے وہ بھی آدمی'' کے لیے گلی گلی پھرتا تھا اگر اسے جیل میں مواقع دستیاب ہوں تو قیدیوں کے مختلف کیٹگریز سے ملاقات کر کے ان کی کہانی قلمبند کرنے میں مصروف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری صحافی برادری کا ہر فرد واقعتاً پرورش لوح و قلم کرتا رہے اور جو دل پر گزرتی ہے وہ رقم کرتا رہے۔ آمین


مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کے

# رجوع الی القرآن کورس

## میں داخلے کے لیے طالبانِ قرآن سے درخواستیں مطلوب ہیں!

تعلیم یافتہ حضرات کے لیے قرآن حکیم کو سمجھنے اور فہم دین کے حصول کا سنہری موقع

یہ کورس بنیادی طور پر گریجوایٹس اور پوسٹ گریجوایٹس کے لیے ترتیب دیا گیا ہے' تاکہ وہ حضرات جو کم از کم گریجوایشن کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' انہیں اس کورس کے ذریعے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے —— تاہم بعض استثنائی صورتوں میں ایف اے کی بنیاد پر بھی اس کورس میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔

## نصاب

1) عربی صرف ونحو
2) ترجمہ قرآن (تقریباً پانچ پارے)
3) آیاتِ قرآنی کی صرفی ونحوی تحلیل (تقریباً دو پارے)
4) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہ نمائی (منتخب دروسِ قرآن)
5) تجوید وحفظ
6) مطالعۂ حدیث
7) اصطلاحاتِ حدیث
8) اضافی محاضرات

o کورس کا آغاز ان شاء اللہ یکم ستمبر سے ہوگا اور کورس کا دورانیہ نو (9) ماہ ہوگا۔

### کورس کا تفصیلی پراسپکٹس

جس میں داخلے سے متعلق ضروری معلومات کے علاوہ کورس میں شامل مضامین کی تفصیل' طریق تدریس اور نظام الاوقات کی وضاحت بھی شامل ہے' درج ذیل پتے سے حاصل کریں:

**ناظم برائے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس**

36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور (فون: 03-5869501)

# اربابِ دانش کی ذمہ داریاں

محمد جلیل خان

اہل علم کے لئے یہ کوئی موضوع بحث نہیں کہ مسلمانوں کو اسلام کا پابند ہونا چاہئے۔ انہیں پورے اسلام پر عمل کرنا چاہئے' اسے بالفعل قائم کرنا چاہیے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اس کے عادلانہ نظام کی برکتوں کو پہنچانے کی کوششیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ مسلمان ہونے کا تقاضا ہے اور حاکم مطلق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اسی کام پر مامور کیا ہے۔ اس کا ارشاد ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ (المائدہ:8)

اس ارشاد کا مفہوم یہ سمجھا جا سکتا ہے:

''اے ایمان لانے والو! اللہ (کی رضا) کے لئے نظام عدل کے مستقل علم بردار بن جاؤ۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں ایسا مغلوب الغضب نہ بنا دے کہ تم مقام عدل سے ہٹ جاؤ (اللہ کی رضا کے لئے) عدل (قائم) کرو۔ یہی طریقہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ تم (اللہ کی رضا) کا تقویٰ اختیار کرو''۔

اس بات کو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ایک اور انداز سے اس طرح بیان فرمایا ہے:

((مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ)) (رواہ مسلم)

اس ہدایت کا مطلب یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

''(اے ایمان لانے والو) تم میں سے کوئی بھی کسی منکر (رضائے الٰہی کے خلاف ظلم) کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ وہ اس (منکر) کو (معروف میں) اپنے زور بازو سے بدل دے۔ اگر اس کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے (اس تبدیلی کی کوشش کرے) اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو پھر (اس کام کو) اپنے دل سے (کرے) اور یہ نہایت کمزور ایمان (کی کیفیت) ہے''۔

ان ارشادات پر غور کرنے سے یہ مسلمات سامنے آتے ہیں:

1۔ نظام عدل کی علم برداری' منکر کی جگہ معروف کے لئے جدوجہد مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے جو بحیثیت امت اہل ایمان ان کی اجتماعی ذمہ داری ہے اور بحیثیت فرد ان کا انفرادی فرض ہے۔

2۔ یہ ذمہ داری کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہوتی' یہاں تک کہ کسی کی دشمنی یا اپنی کمزوری کی وجہ سے بھی اس کام کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔

3۔ تقویٰ کا معیار ہی یہ ہے کہ اس کا حصول مذکورہ بالا فرض کی ادائیگی سے مشروط ہے۔ نظام عدل کی علم برداری کے لئے اہل ایمان کو باہمی تعاون کا اہتمام کرنا چاہئے۔ یہی ''البر'' ہے اور یہی تقویٰ کا راستہ ہے۔

اگر ان اعتبارات سے جائزہ لیا جائے تو یہ عجب صورت احوال سامنے آتی ہے کہ مسلمانوں میں اہل علم کی بھی کمی نہیں' طالبان تقویٰ کا بھی فقدان نہیں' نظام عدل کی علمبرداری کا فرض پہچاننے والے اور اس کے لئے مختلف النوع کوششیں کرنے والے بھی کم نہیں' لیکن...... یہ مخلصین و مصلحین منتشر ہیں' باہمی تعاون کے روادار نہیں' جزوی اختلافات میں اس درجہ شدید ہیں کہ بنیادی کلیات کے لئے بھی مل جل کر کام کرنے کو تیار نہیں۔ کیا طرفہ تماشہ ہے کہ کلمہ ایک ہے' نصب العین ایک ہے' رشتۂ اخوت ایک ہے' لیکن ...... اس ایک کلمے' ایک نصب العین اور ایک رشتہ اخوت کے لئے ربط ملت مفقود ہے۔ اغیار سے' کفار سے' اشرار سے تو کسی نہ کسی طرح تعاون کی گنجائشیں نکل آتی ہیں' لیکن اپنوں سے' ابرار سے' اخیار سے تعلق پیدا کرنے' بڑھانے اور قائم رکھنے کا معاملہ تمنا و خواہش سے آگے نہیں بڑھنے پاتا۔ آخر ایسا کیوں ہے؟

ٹھنڈے دل و دماغ سے جائزہ لیا جائے تو بعض غیر معمولی سوالات ابھرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

1۔ اہل ایمان کا اصل اور مشترک دشمن کون ہے؟ کیا اہل ایمان اس معاملے میں یکسو ہیں؟

2۔ کیا فی الحقیقت اہل ایمان کا اصل نصب العین آخرت کی بہتری اور پائیدار زندگی ہے یا وہ دنیوی کامیابیوں کی بھول بھلیوں میں کھوئے ہوئے ہیں؟

3۔ کیا بنیادی کلیات پر بھی کوئی اتفاق رائے اور اشتراک عمل ممکن نہیں؟ اگر ممکن ہے تو یہ امکان عملاً حقیقت کیوں نہیں بنتا؟

ان سوالات پر غور کرنے سے پہلے یہ واضح کرنا مناسب ہوگا کہ ایک پاکستانی مسلمان ان سوالات سے دوچار ہے۔ پیش نظر اہل علم پاکستانی مسلمان ہیں اور یہ مسئلہ لاینحل حدود پاکستان میں ہر طالب خیر کو مسلسل دعوت فکر و عمل دے رہا ہے۔ یہ پہلا قدم ہے' جو ایک ساتھ اٹھ سکتا ہے۔

اب پہلے سوال کو لیجئے' بظاہر اس کا جواب بڑا آسان ہے کہ اہل ایمان کا اصل اور مشترک دشمن کفر و شرک ہے اور اس بارے میں اہل ایمان کے درمیان کامل یکسوئی تسلیم کی جا سکتی ہے' لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اہل ایمان اس اصل اور مشترک دشمن پر اپنی نگاہیں مجتمع اور مرکوز رکھنے میں ناکام ہیں۔ بہت سے چھوٹے چھوٹے' ضمنی اور ذیلی اہداف نے انہیں اپنے ساتھ الجھا رکھا ہے اور ان کا اصل اور مشترک دشمن بڑے اطمینان سے ان کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ اس طرح اہل علم اس آزمائش سے دوچار ہیں کہ آیا وہ اس سحر کو توڑنے کی کوئی کوشش کرتے ہیں' کس درجے کی اور کب تک؟

دوسرا سوال ذرا تیکھا اور زیادہ اہم ہے۔ اس پر غور کرتے ہوئے نگاہ غزوۂ احد کی طرف جاتی ہے۔ کفر و شرک حملہ آور ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ بنفس نفیس اسلامی لشکر کے سالار ہیں۔ موت کے سائے ہر طرف لہرا رہے ہیں۔ اللہ کی مدد سے اہل ایمان کا پلہ بھاری پڑتا ہے۔ دشمن کے قدم اُکھڑ جاتے ہیں' مجاہدین اسلام بھاگنے والوں کا پیچھا کرتے ہیں' انہیں قتل کرتے جاتے اور ان کا مال و متاع اپنے قبضے میں لیتے جاتے ہیں۔ لشکر اسلام کے عقب میں درہ پر تعینات مسلم تیر اندازوں کی نگاہیں مال غنیمت پر پڑتی ہیں۔ بحث چھڑ جاتی ہے کہ فتح ہو چکی ہے اب یہاں ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تیر اندازوں کی اکثریت درہ سے اتر کر مال غنیمت کی طرف لپکتی ہے۔ دشمن پیچھے سے درہ پر حملہ کرتا ہے وہاں موجود چند جاں نثار شہید ہو جاتے ہیں اور اسلامی لشکر خلاف توقع عقبی حملے سے منتشر ہو جاتا ہے۔ اس ہزیمت پر قادر مطلق نے جو تبصرہ فرمایا' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ متاع دنیا کی کشش نے اس انجام سے دوچار کیا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس خطرے سے دوچار ہو سکتے تھے تو آج اس خطرے کا امکان کیسے معدوم ہو سکتا ہے؟ دنیوی کامیابیوں کی بھول بھلیوں میں کھو جانے کا خطرہ آج بھی موجود ہے۔ اگر اصل ہدف آخرت کی بہتر اور پائیدار زندگی ہے تو پھر یہ ضروری ہے کہ

دنیوی کامیابیوں کی بھول بھلیوں سے نکلا جائے' جزوی اختلافات کو حدود کے اندر رکھا جائے' بنیادی کلیات کی قدر مشترک کو باہمی تعاون کی اساس بنایا جائے۔ اس مقصد عظیم کے لئے ذاتیات اور جزئیات کو تج کر آخرت کے بھاری اجر کا سودا کرلیا جائے۔

اب رہا تیسرا سوال۔ اس کا جواب ماضی قریب میں موجود و معلوم ہے۔ پاکستان بننے کے تھوڑے ہی عرصے بعد یہ بحث چھڑ گئی کہ مسلمانوں میں تو بہت سے اختلاف اور جھگڑے ہیں آخر ایسا اسلامی دستور کیسے بن سکتا ہے جو سب کے لئے قابل قبول ہو۔ اس وقت اہل علم نے یہ کر دکھایا کہ مختلف مکاتیب فکر کے اکتیس علماء جمع ہوئے۔ انہوں نے بائیس بنیادی نکات ترتیب دیئے اور برملا اعلان کیا کہ ان نکات پر مبنی جو بھی دستور بنایا جائے گا وہ اسلامی ہوگا اور ہم سب کے لئے قابل قبول ہوگا اگر چار عشرے پہلے یہ کام ممکن تھا تو آج کیوں ممکن نہیں۔ ضرورت یہ ہے کہ اہل علم اپنے اپنے طور پر "تعاون علی البر" کے طریقے سوچیں' مل بیٹھنے کی تدبیریں کریں اور بالآخر بنیادی کلیات پر اتفاق کے لئے نکات طے کریں۔

بات نامکمل رہے گی اگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا ذکر نہ کیا جائے جس میں روز قیامت تین اولین مقدمات کا ذکر کیا گیا ہے اور جسے "صحیح مسلم" میں لیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

روز قیامت جس شخص کے خلاف سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا' وہ ایک ایسا فرد ہوگا جس نے شہادت پائی ہوگی' اسے رب کے حضور لایا جائے گا۔ حق تعالیٰ اسے اپنی عطا کردہ نعمتیں یاد دلائیں گے وہ نعمتوں کا اقرار کرے گا۔ سوال ہوگا: "تو نے میری ان نعمتوں کو پا کر کیا حاصل کیا؟" وہ جواب دے گا میں نے تیری راہ میں قتال کیا۔ جس میں مجھے شہید کر دیا گیا۔ ارشاد ہوگا: تو نے جھوٹی بات کہی تیرے عمل کی حقیقت تو یہ ہے کہ تو نے اس لئے قتال کیا کہ تجھے بہادر کہا جائے وہ کہا جا چکا۔ پھر اس کے خلاف اس کا فیصلہ سنا دیا جائے گا۔ چنانچہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا اور لے جا کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کے بعد ایک ایسے شخص کی باری آئے گی جس نے دین کا علم سیکھا اور سکھایا ہوگا اور قرآن پڑھتا ہوگا' اسے لایا جائے گا۔ حق تعالیٰ اسے اپنی عطا کردہ نعمتیں یاد دلائیں گے۔ وہ فردان کا اقرار کرے گا۔ سوال ہوگا: تو نے میری ان نعمتوں کو پا کر کیا حاصل کیا؟ وہ جواب دے گا: "میں نے تیرے دین کا علم سیکھا اور سکھایا اور تیری مرضیات کو پورا کرنے کے لئے قرآن پڑھتا رہا"۔ ارشاد ہوگا تو نے جھوٹی بات کہی تیرے عمل کی حقیقت تو یہ ہے کہ تو نے اس لئے دین کا علم سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور تو نے قرآن اس لئے پڑھا کہ تجھے قرآن کا بہت پڑھنے والا کہا جائے۔ وہ کہا جا چکا"۔ پھر اس کے خلاف فیصلہ دے دیا جائے گا۔ چنانچہ اسے منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جایا جائے گا اور دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ایک ایسا شخص پیش کیا جائے گا جس کو اللہ نے دنیا میں کشادگی عطا کی ہوگی اور ہر طرح کی دولت سے نوازا ہوگا۔ حق تعالیٰ اسے اپنی عطا کردہ نعمتیں یاد دلائیں گے۔ وہ فردان کا اقرار کرے گا۔ سوال ہوگا تو نے میری ان نعمتوں کو پا کر کیا عمل کیا؟ وہ جواب دے گا میں نے کوئی ایسی راہ نہیں چھوڑی' جس میں خرچ کرنا تجھے پسند ہو۔ میں نے تیری رضا کی خاطر اس پر خرچ کیا۔ ارشاد ہوگا: تو نے جھوٹی بات کہی' تیرے عمل کی حقیقت تو یہ ہے کہ تو نے سب کچھ اس لئے کیا کہ تجھے سخی کہا جائے وہ کہا جا چکا۔ پھر اس کے خلاف حکم صادر ہوگا۔ اسے منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جایا جائے گا اور دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

موت کچھ دور نہیں اور وقت حساب بھی قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ فطرت کا تقاضا ہے کہ اس وقت تمام تعمیری تنظیموں کے ذمہ داران اس صورت حال پر توجہ دیں اور دولت کو در پیش قومی و بین الاقوامی' داخلی و خارجی امور ظاہر و در پردہ سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اپنی دنیا و آخرت کو برباد ہونے سے بچانے کی فکر کریں۔

اے صاحبانِ علم!

کہیں وقت عمل گزر نہ جائے اور دو جہاں کا خسارہ ہمارا مقدر نہ بن جائے۔

## بقیہ: اداریہ

آزادی برقرار رکھی جا سکتی ہے' ورنہ سوویت یونین کے پاس تو اتنی قوت تھی کہ وہ ساری دنیا کو کئی مرتبہ ملیا میٹ کر سکتا تھا۔ ہم مشرف حکومت کی خدمت میں درخواست گزار ہیں کہ جس طرح وہ ایٹمی اثاثہ جات کے حوالہ سے امریکی دباؤ کا مقابلہ کر رہے ہیں' اسی طرح نظریاتی میدان میں بھی ڈٹ جانے کی ضرورت ہے۔ پاکستان نے اسلام کی کوکھ سے جنم لیا ہے' اسلام کے سوا اس کی کوئی پناہ گاہ نہیں ہو سکتی۔ ہم ہزار ایٹم بم بنا لیں اُس سے ہماری نظریاتی بنیادیں مضبوط نہیں ہوں گی لیکن "کلمۃ اللہ" کو بلند کرنے سے اور "پاکستان کا مطلب کیا' لا الٰہ الا اللہ" کو عملی جامہ پہنانے سے ہمیں ایسا مضبوط سہارا میسر آ جائے گا کہ کسی کو ہماری جغرافیائی سرحدوں کی طرف بھی میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ قرآن پاک میں اللہ رب العزت فرماتا ہے: "جس نے اپنا چہرہ اللہ کی طرف کر لیا اور وہ ہو بھی مومن تو اس نے ایک مضبوط سہارا تھام لیا' اور تمام امور کو بالآخر اللہ کی طرف لوٹنا ہے"۔


# النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ

ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ' ایکسرے' ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ

**خصوصی پیکج** خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹراساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ ☆ ہیپاٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 1500 روپے میں کروائیں۔

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

**النصر لیب**: 950-بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور

فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944

E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

## امیر محترم کی جھنگ آمد

3 جولائی کو امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے قرآن آڈیٹوریم جھنگ میں ماہوار درس قرآن کے موقع پر "حرمت قرآن اور ہماری ذمہ داریاں" کے عنوان پر درس ارشاد فرمایا' اس موقع پر موضوع کو کئی پہلوؤں سے واضح کرتے ہوئے فرمایا: حرمت قرآن کا اصل تو نفاذِ قرآن ہے۔ باطل ہمارے دلوں سے عظمتِ قرآن کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ یہود و نصاریٰ عرصہ سے اس منصوبے پر کام کر رہے ہیں۔ شیدایان قرآن کو میدان عمل میں نکل کر حقوق قرآن کی ادائیگی کر کے اپنی ذمہ داریاں نبھانی چاہیے۔ بعد از پروگرام امیر محترم نے نقباء کے تربیتی اجتماعی سے خطاب فرمایا جو قرآن اکیڈمی جھنگ میں جاری تھا۔ (رپورٹ: محمد انور سعید)

## تنظیم اسلامی گجرات کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

امیر تنظیم اسلامی گجرات محترم محمد ناصر صاحب کی زیرنگرانی تنظیم اسلامی گجرات کے زیر اہتمام مختلف دعوتی و تربیتی پروگرام منعقد ہوتے رہتے ہیں' جن میں ایسے موضوعات زیر بحث آتے ہیں جو رفقاء کی تربیت اور احباب کی دین سے حقیقی شناسائی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ خصوصاً دعوتی پروگرامز میں ایسے موضوعات کا انتخاب کیا جاتا ہے' جو تدریجاً احباب میں غلبۂ دین کی ضرورت و اہمیت سے واقفیت پیدا کریں اور انہیں اپنی مساعی صحیح رُخ پر صرف کرنے کی طرف راغب کریں۔ یہ پروگرام گجرات کے مختلف مقامات پر ہفت روزہ' پندرہ روزہ اور ماہانہ ہوتے ہیں' ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

| مدرس | موضوع | مقام | رفقاء واحباب کی تعداد | نوعیت |
|---|---|---|---|---|
| محمد ناصر صاحب | ایمانیات | مسجد تقویٰ | 25 | ہفت روزہ |
| محمد ناصر صاحب | حقیقی تصور دین | مسجد فاروق اعظم | 20 | پندرہ روزہ |
| محمد ناصر صاحب | تنظیمی فکر | مسجد تقویٰ | 25 | پندرہ روزہ |
| نادر عزیز رندھاوا | توحید فی العبادۃ | رہائش گاہ محمد عرفان ڈار | 80 | ماہانہ |
| نادر عزیز رندھاوا | فکرِ آخرت | .... | .... | .... |
| نادر عزیز رندھاوا | دورۂ ترجمۃ القرآن | مسجد تقویٰ | 90 | جمعۃ المبارک |

درج بالا پروگرامز کے علاوہ ایک خواتین کا ماہانہ پروگرام محترم امان اللہ صاحب کی رہائش گاہ پر منعقد ہوتا ہے' جس میں لگ بھگ 20 خواتین شرکت کرتی ہیں۔ ان پروگرامز کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً مختلف پروگرامز منعقد ہوتے رہتے ہیں' جو رفقاء واحباب کی دینی تربیت میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

(رپورٹ: نادر عزیز رندھاوا)

## تنظیم اسلامی مظفر آباد (آزاد کشمیر) کا دعوتی پروگرام

مرکز کی طرف سے تنظیم اسلامی مظفر آباد میں دعوتی پروگرام کا انعقاد مورخہ 22 جون تا 27 جون 2005ء مقرر کیا گیا۔ گلی گلی کوچہ کوچہ کی یہ صدا مجھ تک بھی ندائے خلافت کے ذریعے پہنچی اور میں نے بھی اس میں شرکت کا عزم مصمم کیا۔ اور اس طرح ایک حبیب عمر ذیشان اور میں صبح سویرے پنڈی کھیپ سے مظفر آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ راولپنڈی پہنچ کر پتا چلا کہ کوچ فیض آباد سے ملے گی۔ ہم بذریعہ کوچ تقریباً شام ساڑھے چار بجے مظفر آباد ریڈیو سٹیشن چوک پہنچے اور ندائے خلافت پر درج ٹیلی فون نمبر اور ایڈریس کے ذریعے مطلوبہ الحنین کمپیوٹر ڈھونڈنے میں کامیاب ہوئے۔ الحنین کمپیوٹر میں داخل ہوئے تو مقامی امیر تنظیم جناب سلیم صاحب کو منتظر پایا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ استادِ محترم جناب رحمت اللہ بٹر صاحب اور نائب ناظم دعوت جناب محمد اشرف وصی صاحب ایک گھنٹہ پہلے ہی پہنچ چکے ہیں' اب وہ دفتر میں رفقاء کا انتظار کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا تو استادِ محترم جلوہ افروز دکھائی دیے اور سکون قلبی محسوس ہوا' کیونکہ بٹر صاحب تنظیم کے روحانی استاد ہیں۔ اُن کے زیر سایہ ہم نے زندگی کو اسلامی ڈھنگ میں گزارنا سیکھا اور سیکھ رہے ہیں۔ ان ہی کی رہنمائی سے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق استفادہ کر رہے ہیں۔

مقامی امیر نے پروگرام چھ روزہ کچھ اس طرح ترتیب دیا تھا کہ دو دن اسرہ چناری میں اور ایک دن چکوٹھی میں رہنا پڑا اور واپسی پر تین دن مظفر آباد میں گزارنے پڑے' اور رفقاء کی رہائش کا پروگرام و انتظام گورنمنٹ جناح ہائی سکول مظفر آباد میں تھا۔ لہٰذا ہم نے اپنے اپنے بیگ اٹھائے اور ہائی سکول کی جانب رواں دواں ہوئے' تھوڑی دیر بعد ہائی سکول کی عمارت نظر آئی' جہاں ہماری رہائش تھی۔ یقیناً یہ ایک خوبصورت مقام تھا۔ سکول کے گراؤنڈ کے ساتھ دریائے نیلم اپنے پورے آب و تاب و جاہ و جلال کے ساتھ رواں دواں تھا اور سامنے قدرتی مناظر بھی بہت خوبصورت تھے۔

22 جون بعد از نماز مغرب رحمت اللہ بٹر کا پروگرام عبادت رب کے موضوع پر ہوا' جن میں احباب ورفقاء کی تعداد 25 کے قریب رہی۔

23 جون کی صبح چناری کے لیے روانہ ہوئے اور حقانی صاحب کے گھر پہنچے' جو کہ ایک پُر فضا مقام پر واقع ہے اور پہاڑ کے دامن میں ہے۔ جہاں سے مسجد تک کا فاصلہ گو دیکھنے میں کم لگتا ہے لیکن نشیب و فراز کے لحاظ سے زیادہ تھا' لہٰذا نماز پنجگانہ ادا کرنا بھی اللہ کے ہاں مقبولیت کا درجہ رکھتا ہے۔ حقانی صاحب نے ہمارے لیے بہترین انتظام کیا تھا۔ وہاں دن کو پروگرام ہوئے۔ محمد اشرف وصی صاحب نے چاروں اساسی دعوتوں کو اپنے مخصوص انداز میں بیان کیا اور سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ دن کے وقت سہ پہر اور بعد از نماز مغرب کافی کامیاب پروگرام رہے' جن میں چناری کے علماء حضرات نے بھی شرکت کی اور مسلم کانفرنس کے مقامی رہنما بھی شریک ہوئے۔ اور بعد ازاں ان حضرات نے بٹر صاحب سے علیحدہ ملاقات کر کے اپنے اپنے اشکالات بھی دور کیے۔ اسی دوران کچھ رفقاء چھم ویلی بھی دیکھنے کے لیے گئے' جہاں آبشار کا منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

24 جون کو جمعہ کا دن تھا اور ہم نے نماز مرکزی جامع مسجد چکوٹھی میں ادا کرنی تھی' لہٰذا صبح صبح چناری سے بس پر بیٹھے اور چکوٹھی تقریباً ساڑھے گیارہ بجے پہنچ گئے۔ مرکزی جامع مسجد میں رحمت اللہ بٹر صاحب نے عبادت رب کے موضوع پر خطابت فرمایا۔ بعد ازاں رفقاء نے پمفلٹ اور دیگر لٹریچر احباب میں تقسیم کیا۔ یہاں پر اُسرہ کے رفیق قریشی تھے۔ نماز جمعہ کے بعد ظہرانہ کا پروگرام پاک و ہند بارڈر پر بنایا گیا تھا۔ سری نگر و مظفر آباد بس سروس کے لئے سہولیاتی مرکز بنایا گیا ہے' وہاں پر بہترین فور سٹار ہوٹل بنایا گیا ہے۔ اس ہوٹل میں ہم نے کھانا کھایا اور بارڈر کا بھی نظارہ کیا۔ یہاں سے بارڈر تقریباً دو کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اس سے نزدیک پاکستانی علاقے میں کوئی آبادی نہیں ہے۔ 24 جون کو چکوٹھی سے مظفر آباد کی بس پر بیٹھے اور رات تقریباً آٹھ بجے مظفر آباد ہائی سکول پہنچ گئے۔

25 تا 27 جون مظفر آباد میں دعوتی پروگرام منعقد ہوئے۔ ان میں دن کے وقت سکول کے ایک کمرے میں باقاعدہ پیریڈ لگے اور دونوں اساتذہ نے باری باری اساسی دعوتیں اور مذاکرے کرائے اور بٹر صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں ہمیں دروس دیئے' اس دن شمالی پنجاب خصوصاً پنڈی اسلام آباد سے اور رفقاء بھی پہنچ گئے اور یہ محفل خوب سج گئی۔

النور مسجد مظفر آباد میں بھی دو دعوتی پروگرام منعقد ہوئے۔ جہادی تنظیموں کے رفقاء نے بھی اس میں شرکت کی' اور ایک موقع پر عشاء کی نماز بھی ایک مجاہد نے پڑھائی۔

27 جون کو صبح صبح ہم مظفر آباد سے راولپنڈی کے لیے روانہ ہوئے۔ بعد ازاں راولپنڈی سے پنڈی کھیپ پہنچے تو عمر ذیشان صاحب نے بیعت فارم بھر دیا۔ اللہ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس پروگرام کی خاص بات جو اگر میں نے بیان نہ کی تو ناانصافی ہوگی کہ محمد اشرف وصی صاحب کا مخصوص انداز کہ جس انداز میں انہوں نے ہمیں اساسی دعوتیں یاد کرائیں' کا طریقہ اتنا آسان اور سلیس زبان میں تھا کہ ہر آدمی باآسانی سمجھ سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اس محنت پر جزائے خیر عطا فرمائے۔

واپس آ کر میں نے اسی انداز میں یہ اساسی دعوتیں نہ صرف اپنے اُسرے میں متعارف کرائیں' بلکہ تنظیمی سطح پر بھی انہیں اپنایا' اور رفقاء کو بھی اس انداز سے سمجھایا تو سب رفقاء نے انہیں نہ صرف سراہا بلکہ اپنانے کا بھی فیصلہ کیا' کیونکہ یہ زبان انتہائی آسان ہے اور ان پڑھ آدمی بھی اسے باآسانی سمجھ سکتا ہے۔ (رپورٹ: محمد عارف)

## تنظیم اسلامی سرگودھا کی طرف سے ''پہلا دس روزہ فہم دین کورس'' کی روداد

سرگودھا شہر میں بہت عرصے سے ایک ایسے پروگرام کے لئے خلا محسوس ہوتا تھا جس میں دین اسلام کے انفرادی و اجتماعی تمام گوشوں پر واضح اور مبین بات ہو۔ اس سلسلے میں مقامی امیر اور دیگر رفقاء کی باہمی مشاورت سے 10 سے 20 جولائی تک کے کورس کا پروگرام بنایا گیا۔ اس کی چیدہ چیدہ خصوصیات مندرجہ ذیل تھیں۔

چونکہ اس پروگرام کے پیش نظر شرکاء نوجوان تھے۔ لہٰذا اس کا وقت صبح 6 بجے سے 8 بجے رکھا گیا۔ ان دو گھنٹوں کو روزانہ مضامین کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ پہلا حصہ تجوید القرآن کا تھا جس میں روزانہ 35 منٹ کا پہلا دور تجوید کے اصول اور مشق سے متعلق ہوتا تھا۔ اس کے لئے قرآن حکیم کی آخری دس سورتوں کا انتخاب کیا گیا تھا۔ مدرس کی ذمہ داری رفیق تنظیم زین العابدین صاحب نے بہت خلوص اور لگن سے ادا کی۔ گو کہ تدریس کا ان کے لئے یہ پہلا موقع تھا' لیکن جس لگن اور محنت سے انہوں نے تجوید کی مشق کروائی اور اس کے اصول سمجھائے وہ قابل ستائش ہے۔

دوسرا حصہ اسلامی ارا کین کے مسائل اور بنیادی عقائد کی تذکیر پر مشتمل تھا۔ مسائل وفوائد کے لئے غسل' وضو اور نماز جیسے ضروری امور کا انتخاب کیا گیا تھا' جنہیں پروفیسر عارف صاحب نے قرآن وحدیث کی روشنی میں سامعین پر واضح کیا۔ یہ دوسرا پیریڈ بھی 35 منٹ دورانیہ کا تھا' جبکہ ان مسائل وفوائد کو 6 دن میں مکمل کیا گیا۔ بیان کے بعد شرکاء کی طرف سے سوالات اور پروفیسر صاحب کی طرف سے مدلل جوابات نے اس حصے کو مزید مفید بنا دیا۔ باقی چار دن پروفیسر فضل حق صاحب نے عقائد کے ضمن میں توحید' شرک' ایمان باللہ' ایمان بالرسالت وکتب اور ایمان بالآخرہ پر جامع لیکچرز دیئے۔

فہم دین کورس کا تیسرا حصہ دین کے ان موضوعات سے متعلق تھا جو آج کے مسلمانوں کے ذہن سے تقریباً بلکہ مکمل غائب ہو گئے ہیں' ان میں توحید وشرک کی اقسام' نفاق اور اس کا حل' نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں' مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق' مذہب و دین کا فرق' عبادتِ رب کا جامع تصور' شہادت علی الناس' اقامتِ دین' منہج انقلاب نبویؐ اور التزام جماعت جیسے مضامین شامل تھے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر علامہ اقبالؒ کا جواب شکوہ بھی ان مضامین میں شامل تھا تاکہ امت مسلمہ کی آج کی تنزلی کی وجوہات اور اس کا حل بھی سامنے لایا جا سکے۔ ان مضامین کو رفقاء تنظیم اور مقامی امیر نے بیان کیا۔ ان رفقائے تنظیم میں ڈاکٹر عبدالرحمٰن' طاہر بشیر اور عبدالخالق شامل ہیں۔

اس پروگرام کے دوران رفقاء کی اوسط حاضری 8 رہی' جبکہ احباب کی حاضری پانچ رہی۔ گو کہ اس پروگرام میں حاضری امید سے کم تھی لیکن آخری روز شرکاء کے اظہار خیال سے یہ واضح ہوا کہ جن لوگوں نے بھی اس پروگرام میں باقاعدہ شرکت کی' انہیں اس سے بہت فائدہ حاصل ہوا۔ تمام شرکاء نے ایسے پروگرام وقتاً فوقتاً کراتے رہنے کی درخواست کی اور یقین دہانی کرائی کہ آئندہ اس قسم کے پروگراموں میں وہ اپنے دوست واحباب کو پُرزور دعوت دیں گے۔ علاوہ ازیں اکثر شرکاء نے آئندہ پروگرام کا دورانیہ 10 دن سے کم کر کے 5 یا 7 دن کرنے اور دورانیہ کو دو کے بجائے ڈیڑھ گھنٹہ کرنے کی تجویز دی۔ یہ ساری تجاویز آئندہ پروگرام میں زیر بحث لانے کے لیے منظور کر لی گئیں۔ علاوہ ازیں یہ تجویز بھی دی گئی کہ ایسے ہی پروگرام سرگودھا کے مضافات یعنی خوشاب' جوہرآباد میں بھی منعقد کیے جائیں۔ (رپورٹ: عبدالخالق)

## انجمن خدام القرآن جھنگ کے زیر اہتمام تقریری مقابلہ ''اتحادِ امت''

انجمن خدام القرآن جھنگ نے امسال ربیع الاوّل کے حوالے سے ''اتحادِ اُمت سیرت النبیؐ کی روشنی میں'' کے عنوان پر 29 مئی بروز اتوار نو بجے صبح قرآن آڈیٹوریم لالہ زار' سکیم نمبر 2' ٹوبہ روڈ' جھنگ صدر میں تقریری مقابلہ کا اہتمام کیا۔ شرکت کے لیے اہم شرائط ''میٹرک لازمی' 25 سال سے کم عمر اور 5 تا 7 منٹ تقریر'' تھیں۔ ضلع اور وسطی پنجاب کی سطح پر شرکاء نے شرکت کی۔ جیوری کے فرائض تمام مکاتب فکر کے علماء و دانشور حضرات نے سرانجام دیئے' جن میں مولانا عبدالرزاق صدر مرکز اسلامیہ' مفتی الٰہی بخش مدرس غوثیہ الاسلام' مولانا عبدالرشید حنیف صدر جمعیت اہلحدیث' پروفیسر گوہر صدیقی جماعت اسلامی شامل تھے۔ معاونت کے لیے پروفیسر خلیل الرحمٰن ٹوبہ' پروفیسر صفدر علی شاہ شعبہ اردو گورنمنٹ کالج جھنگ تھے۔ نقیب مجلس پروفیسر عبدالعزیز سلیانہ شعبہ اسلامیات گورنمنٹ غزالی کالج جھنگ تھے۔ کل گیارہ شرکاء نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ جیوری کے فیصلہ کو آخری شکل دینے سے قبل علماء ودانشور حضرات نے عنوان کے مطابق اپنے مکتب فکر کی نمائندگی کرتے ہوئے روشنی ڈالی۔ جیوری کا فیصلہ پروفیسر خلیل الرحمٰن نے پڑھ کر سنایا۔ اوّل حافظ زبیر احمد سپریئر کالج -/500 نقد اور کتاب' دوم مولانا ظہور احمد اور ناصر چوہدری کو -/300 روپے نقد اور کتاب اور سوم رانا اکیڈمی جھنگ کے طالب علم رانا افضال احمد نے -/200 روپے نقد اور کتاب کا انعام صدر انجمن انجینئر مختار حسین فاروقی سے حاصل کیے۔ بعدازاں صدر انجمن محترم فاروقی صاحب نے موضوع کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو کی۔ دعا پر یہ محفل برخاست ہوئی۔ (رپورٹ: محمد انور سعید)


## اہل بھارت کے لیے خوشخبری

عالم اسلام کے مشہور و معروف مفکر و مفسر
داعیٔ رجوع الی القرآن و صاحب بیان القرآن
حضرت **ڈاکٹر اسرار احمد** صاحب مدظلہم
کی جملہ تصانیف اور آڈیو ویڈیو سی ڈیز کی فرمائش تمام دنیا سے آتی ہیں اور خاص طور پر بھارت کے مختلف شہروں سے ان کی فرمائش بہت ہی زیادہ ہوتی ہے..... مگر مختلف اسباب کی بناء پر ان حضرات کی فرمائش پوری نہیں ہو رہی تھی۔
اسی بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور نے

**کتاب میلہ دھلی**

میں 27 اگست تا 4 ستمبر 2005ء مکتبہ خدام القرآن لاہور پاکستان کا سٹال لگایا ہے' جس میں محترم ڈاکٹر صاحب کی جملہ تصانیف نیز آڈیو اور ویڈیو سی ڈیز دستیاب ہوں گی۔
پرگتی میدان دہلی کے ہال نمبر 9 میں سٹال نمبر 17 پر انجمن کے نمائندہ جناب **شیخ رحیم الدین** صاحب آپ کی خدمت کے لیے موجود ہوں گے۔
اس موقع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں ...... اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو پھر کف افسوس ملنا پڑے گا۔

**مکتبہ خدام القرآن لاہور' پاکستان**
فون: 092-42-5869501 فیکس: 5834000
E-mail:markaz@tanzeem.org Websit:www.tanzeem.org

## ایران کی جرأت رندانہ

ایرانی اپنا ایٹمی منصوبہ دوبارہ عمل میں لے آئے ہیں۔ جو پچھلے برس ماہ نومبر میں یورپی یونین کے تین بڑوں...... برطانیہ‘ جرمنی اور فرانس کی مداخلت کے باعث ایرانی حکومت نے روک دیا تھا۔ ان تینوں نے وعدہ کیا تھا کہ ایٹمی منصوبہ ختم کرنے پر وہ ایران کو پُرکشش سیاسی و معاشی فوائد سے نوازیں گے۔ مگر ایرانی حکومت کا کہنا ہے کہ ان بڑوں نے اب تک کچھ نہیں کیا اور محض باتوں پر ٹرخا رہے ہیں۔

آج کل امریکا اور اس کے حواریوں کا سکہ پوری دنیا میں چل رہا ہے۔ اس عالم میں انہیں چیلنج کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ ایرانیوں نے آج کی سپر پاوروں کے سامنے اپنے حق کا دعویٰ کر کے انصاف کی لاج رکھ لی ہے اور یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ عالم اسلام ابھی مردہ لاش نہیں بنا۔ ایران ان سے یہ سوال پوچھنے پر حق بجانب ہے کہ جب دنیا کے کئی ممالک ایٹمی منصوبہ رکھتے ہیں‘ تو وہ کیوں اسے نہیں اپنا سکتا؟ پھر ایرانی حکومت کے مطابق اس کا ایٹمی منصوبہ پُرامن ہے‘ اس سے صرف بجلی حاصل کی جاتی ہے‘ ایٹم بم نہیں بنانا ہے۔

امریکی اور اسرائیلیوں کا دعویٰ ہے کہ ایرانی ایٹم بم بنانا چاہتے ہیں۔ چلیے یہ بات مان بھی لیں تو کیا عالمی رائے عامہ یہ نہیں دیکھتی کہ جو لوگ ایران کو ''مجرم'' قرار دینے کی کوشش کر رہے ہیں‘ ان کے اپنے دامن کے نیچے ایٹم بم تو کیا ہائیڈروجن بموں کے انبار لگے ہیں؟ امریکی تو لاکھوں بے گناہ انسانوں کے قاتل ہیں جب انہوں نے جاپانی شہروں پر ایٹم بم گرا دیئے۔ ہمیں قوی امید رکھنی چاہیے کہ بے پناہ عالمی دباؤ کے باوجود ایران کا ایٹمی منصوبہ جاری رہے گا۔ وہ پاکستان کی طرح ایٹمی بجلی گھر بنائے گا اور ایٹم بم بھی۔ اپنا ایٹمی منصوبہ شروع کرنا اس کی زبردست خود اعتمادی کا مظہر ہے اور اس کا حق بھی۔

## بھارت و اسرائیل کی اہمیت

''سٹرا فور'' نجی طور پر دنیا کی سب سے بڑی انٹیلی جنس کمپنی ہے۔ اس کمپنی کی تازہ ترین رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ امریکیوں کی نظر میں اب اسرائیل کے بعد بھارت سب سے زیادہ اہم ملک بن گیا ہے۔ اس ضمن میں حالیہ امریکا بھارت معاہدہ امریکی سوچ میں نہایت وسیع تبدیلی کا اشارہ دے رہا ہے۔ معاہدے کے تحت بھارت اب امریکی ایٹمی منصوبے سے استفادہ کر سکے گا۔ دیکھیے یہ بات ایران کے معاملے کے برعکس ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بھارت سے امریکیوں کے مفادات وابستہ ہیں۔ اس وقت چین بڑی تیزی سے امریکا کے مقابل آتا جا رہا ہے اور اس امر نے امریکیوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ چین کی معاشی و فوجی قوت کا توڑ وہ بھارت کے ذریعے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے امریکی اب ہر شعبے میں بھارتیوں کو امداد دے رہے ہیں اور بھارت امریکیوں کی آنکھ کا تارا بن گیا ہے۔ یہ بات پاکستان خصوصاً موجودہ پاکستانی حکومت کے لیے بڑی خطرناک ہے جسے خاصی حد تک ''امریکی چمچی'' کہا جا سکتا ہے۔

## دہشت گردی ہے کیا؟

دنیا کے ہر ملک میں چاہے وہاں جمہوریت ہو یا آمریت‘ فوج کے کمانڈروں نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ جنگ کے دوران اگر بمباری یا توپوں کی گولہ باری سے نہتے اور معصوم شہری ہلاک ہو جائیں تو اسے ''ہم پہلو نقصان'' (Cointeral damage) سمجھا جائے گا۔

اسی طرح پچھلی صدی میں جنگوں کے دوران یورپ میں شہریوں کا قتل عام اور ہیروشیما اور ناگاساکی اور ویت نام میں لاکھوں انسانوں کی موت کو ''ہم پہلو نقصان'' قرار دیا جاتا ہے۔ آج کل حالات بدل گئے ہیں اور جنگ نے بھی نئی شکل اختیار کر لی ہے۔ اب وطن سے نکالے گئے مہاجرین اپنے دشمنوں کے خلاف حملے کر رہے ہیں۔ انہوں نے ایک نیا ہتھیار ''انسانی میزائل'' بھی دریافت کر لیا ہے۔ حق و انصاف والی ان کی اس جنگ میں ظاہر ہے ''ہم پہلو نقصان'' تو ہوگا۔ اگر وردی میں ملبوس آدمیوں کے ہاتھوں ہونے والا ''ہم پہلو نقصان'' تسلیم کر لیا گیا ہے‘ تو اپنی آزادی کی خاطر لڑنے والوں کے ذریعے رونما ہونے والے ''ہم پہلو نقصان'' کو تسلیم کرنے میں کیا قباحت ہے؟

## برطانیہ اور انتہا پسندی

یہودیوں کے زیر اثر کارفرما مغربی ذرائع ابلاغ نے جہاد کو جس طرح دہشت گردی اور انتہا پسندی کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے‘ وہ ان کی عیارانہ مہارت اور ذہنی خباثت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حالانکہ پوری دنیا میں دیکھ لیجئے‘ یہود و ہنود اور عیسائیوں نے مسلم ممالک پر چڑھائی کر رکھی ہے یا انہیں آزادی دینے سے گریز کر رہے ہیں۔ اس ظالمانہ صورتِ حال میں اگر نوجوان مسلمانوں نے ہتھیار اٹھا لیے ہیں اور بزورِ قوت ان کا مقابلہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تو انہیں دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ دہشت گردی اور انتہا پسندی کو کرنے والے اپنے گریبان میں جھانک کر نہیں دیکھتے۔ ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں دیگر مذاہب سے نفرت کے جرائم میں 600 گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ اس کی وجہ لندن کے بم دھماکے ہیں مگر کیا انگریز نے یہ جاننے کی سعی کی ہے کہ ان دھماکوں کا سبب کیا ہے؟ یہ ان کی اپنی دہشت گردی ہے جو انگریز امریکیوں کے خوشامدی بن کر پوری دنیا میں براہِ راست یا بلاواسطہ طور پر کر رہے ہیں۔

## غزہ سے اسرائیل کا انخلاء

اسرائیلی حکومت کے اشاروں سے یہی لگ رہا ہے کہ آخرکار 38 برس بعد وہ غزہ کی پٹی پر سے اپنا قبضہ ختم کر دے گی اور وہاں موجود 21 یہودی بستیوں میں آباد تقریباً نو ہزار یہودی یہ فلسطینی علاقہ چھوڑ دیں گے۔ اس ضمن میں اہم قدم یہ ہے کہ فلسطینی پولیس کے 7500 سپاہیوں نے غزہ میں اپنی پوزیشنیں سنبھال لی ہیں تاکہ یہودی آبادکاروں کا انخلاء امن و امان سے ہو جائے۔ تاہم اسرائیلی فوج جانے کے بعد ہی فلسطینی پولیس غزہ کا مکمل انتظام سنبھال سکے گی۔ فی الوقت چالیس ہزار اسرائیلی فوجی انخلاء کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اگر ڈیڈ لائن ختم ہونے کے بعد کسی یہودی خاندان نے گھر چھوڑنے سے انکار کر دیا تو اُسے زبردستی بے دخل کر دیا جائے گا۔

لیکن اب بھی فلسطین کے علاقوں میں یہودیوں کی 120 بستیاں موجود ہیں اور وہاں لاکھوں یہودی آباد ہیں۔ اسرائیلی حکومت نے انہیں ہٹانے کے لیے اب تک کوئی منصوبہ پیش نہیں کیا بلکہ وہ اکثر کو برقرار رکھنا چاہتی ہے۔ اس سلسلے میں اسے امریکا کی آشیرباد حاصل ہے۔

دریں اثنا غزہ کی پٹی میں حماس کے کارکنوں نے اپنا اسلحہ فلسطینی پولیس کو دینے سے انکار کر دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ فلسطین اب تک مکمل طور پر آزاد نہیں ہوا اور جب تک ان کے وطن میں ایک بھی یہودی موجود ہے‘ وہ ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔ حماس کے رہنماؤں کا دعویٰ ہے کہ ان کے خودکش اور راکٹ حملوں سے گھبرا کر اسرائیلی غزہ سے بھاگے ہیں۔

## امریکا عراق سے نہیں جائے گا

عراق میں امریکی فوج کی موجودگی کے مسئلے پر امریکی حکومت و سیاسی جماعتیں اور امریکی عوام تقسیم ہو چکی ہے۔ اب امریکی عوام کی اکثریت سمجھتی ہے کہ فوج کو واپس آ جانا چاہیے۔ دوسری طرف امریکی حکومت کا کہنا ہے کہ امریکی فوج ابھی واپس نہیں آ سکتی کیونکہ عراقی فوج ناتجربہ کار ہے اور وہ امریکی فوج کی مدد ہی سے ''دہشت گردوں'' کا مقابلہ کر سکتی ہے۔

# MADRASSAS AND JIHAD

## (Dr. Israr Ahmad)

In a discussion with *Vista*, Dr. Israr Ahmed, head of the Tanzeem-e-Islami, said that after independence, the madrassa culture should have been reformed. The wide rift between modern scientific education and religious training needed to be bridged. The present discrepancy in the modes of education prevalent in madrassas and schools is a consequence of our failure to merge the parallel systems of education for which both the successive governments and clerics share the blame. Dr. Israr maintained that the education system evolved by Saudi Arabia serves as a model in this respect. Students are trained in both the disciplines of religion and scientific education from the very start. In this manner the Saudi system does not fall short in any respect. Pakistan should have adopted the same approach long ago however, there is still time for making amends. The curriculum in all institutions should be the same for the first 12 years and then students should be offered a wide range of subjects for pursuing specialization.

Commenting upon the issue of jihad, Dr. Israr asserted that jihad was an essential ingredient of faith. As long as the Quran is being taught in madrassas, Muslims would continue to wage war against oppressors. However, Dr. Israr opined that there are different forms of jihad. "Jihad in the way of Allah" carries the traditional connotation of holy war. He labelled the numerous insurgency movements in Muslim lands occupied by foreign forces as "Jihad for liberation of occupied territories". The only way to put an end to jihad is to remove the verses in the Quran that make jihad binding on Muslims. Illiterate clerics are responsible for preaching sectarian hatred. Unlike Christianity, Islam does not advocate a hierarchy of priests; every Muslim should be familiar with the basic precepts of Islam and be able to understand Arabic which used to be the lingua franca in all Muslim lands during the days of the Caliphate. Unfortunately, the masses in the Muslim world have allowed the clergy to usurp religious authority. Learning Arabic will enable every individual to arrive at his own understanding of faith and liberate him from the clutches of the corrupt clergy.

As far as suicide bombings in Palestine, Chechnya and other occupied areas are concerned, Dr. Israr "condoned" them. He argued that these incidents are a consequence of the tyranny that the people in these lands are subject to. The land of Palestine was gifted to the Jews in the Belfour Declaration forcing an Arab exodus from the Holy Land. Palestinians were forced to become refugees in their own territory. People who have no freedom, no security, no means of retaliation and no hope, blow themselves up out of sheer frustration and desperation.

(Courtesy: The Post Vista 16 August 2005)


QURAN COLLEGE OF ARTS & SCIENCE
Registered & Recognised by the BISE Lahore

دنیوی اور دینی تعلیم کا حسین امتزاج

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

نگران و سرپرست : ڈاکٹر اسرار احمد

داخلے جاری ہیں

Classes:
- FA (Arts Group)
- FA (General Science)
- I.Com (Banking/Computer)
- ICS (Math+Stat+Computer Science)
- BA (Ecomomics+Maths)
- BA (Other Combination)

- ایک مکمل تعلیمی و تربیتی پروگرام
- بنیادی دینی تعلیم کا خصوصی اہتمام
- بورڈ اور یونیورسٹی کے نصاب تعلیم کی معیاری تدریس
- آڈیو اور ویڈیو سہولتوں سے آراستہ
- لاہور کے خوبصورت اور پرسکون علاقے میں شاندار عمارت
- انتہائی محنتی اور قابل اساتذہ
- ہم نصابی سرگرمیوں میں تحریر و تقریر پر خصوصی توجہ
- مثالی نظم و ضبط
- وسیع و عریض، قابل دید، ایئر کنڈیشنڈ آڈیٹوریم
- ہاسٹل کی محدود سہولت، فرنشڈ کمرے
- کمپیوٹر اپلیکیشنز میں Office 2000 کی لازمی اور مفت تعلیم

مزید تفصیلات کے لئے درج ذیل پتے سے پراسپکٹس طلب کیجئے

قرآن کالج ۱۹۱ اتاترک بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور ☎ : 5833637

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ
ملم جبہ، سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور
پرفضا مقام ملم جبہ میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی
چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے، روشن اور ہوادار کمرے، نئے قالین، عمدہ فرنیچر،
صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے، اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب
مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن، جی ٹی روڈ، امانت کوٹ، مینگورہ سوات
فون دفتر: 0946-725056، ہوٹل: 0946-835295،
فیکس: 0946-720031

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No.30

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeemorg)

# FWO and the impending bloodbath

The Fascist World Order (FWO) is well in place. The era of super-fascism has just begun; the greatest evils and bestialities, however, are still ahead. The approaching denouement is presaged precisely by the extraordinary tension. In international relations this denouement means a greater war.

Abstractly speaking, it would have been far better had the greater war been forestalled by the impending Islamic revolution. But this did not occur and – we must say flatly – the remaining chances for it are few until the super fascists exhaust themselves in annihilating Muslims, and Muslims learn a lesson at a great cost.

The greater and wider war is advancing far more speedily than the rate at which new cadres of the Islamic revolution are being formed. Never before has historical determinism assumed so fatalistic a form as it does nowadays. All the forces of old society – liberalism and democracy, and human rights' adventurism, United Nations' pacifism and capitalism – stand equally in fear of the greater war and keep heading towards it. Nothing will help them. They will make the war and will be swept away by the war. They have fully earned it.

The liberal democracy and the civil and human rights leaders are gradually caving in to super fascism. Even those who are against the war and discrimination against Muslims have started using terminology of the super-fascism. The covert fascists are coming out of the closet. For example read three articles of Friedman so far after 7/7, whereby he threatened Muslims and cursed Islam without pausing for the dust to settle down and see if his conclusion are right and it were really Muslim suicide bombers for which 1.2 billion Muslims are responsible.

Similarly, other like Galloway, the British MP, agree that the staged terror attacks is the handy work of raging Muslims. Together they are taking a majority in the West to believing in what the super-fascists have been telling them about "the enemy" and concluding deals with democratic imperialists in favor of a required wider war.

Actually, the lesser evil of starving 1.8 million to death has inescapably retreated before the greater evil. The devouring capitalism, with the aid of the two Internationals and coupled by corporate terrorism, succeed in maintaining itself for the last 15 years, and now the old methods of fascism are no longer adequate as the religious fanatics, neo-cons and Zionists have joined the fry and expanded their bases, taking full control of the power centers. The ongoing military conquests can achieve only putting temporary puppets in places like Baghdad and Kabul, while at the same time strengthening resentment and resistance upon which the mass sensitization and a movement towards a just order rest. An upgraded, super-fascism has become necessary, with such legislation as harks back to the time of Herod and the slaughter of innocent babes, so as to preserve the dictatorship of trusts. Open threats in the New York Times (July 08, 2005) that all Muslims are suspect and they should mend their ways, otherwise "the West is going to do it for them. And the West will do it in a rough, crude way - by simply shutting them out, denying them visas and making every Muslim in its midst guilty until proven innocent," are signs of the impending disaster.

In that event, the corroded United Nations and other Internationals will doubtless proclaim as a holy duty an alliance with super-fascism – a lesser evil in the face of a Herod threatening no longer civilization alone but the very existence of mankind.

For Muslims there is not and there cannot be such conditions anywhere in the world which would give them the right to self-determination to live by Islam and to play an independent role in governing themselves.

The one thing that Muslims are considered good for is to support one puppet as against another in the sham democracies like Pakistan, or to submit to the will of the kings and sheikhs under the thumb of the super-fascists.

There are no limits within capitalism itself as to the depths to which it can sink; this is likewise true of the modern day crusaders and Zionists thriving in its shadows. As a first step, Muslims acting as a single body, should have preferred the right way of total boycott and an end to all sort of cooperation with the super-fascists within and out side the occupied countries; but the myopic opportunists among Muslims are confidently treading the path into which the present masters of the situation are shoving mankind.

The world is observing the historical process with its eyes open. There are analysts analyzing each new situation realistically; who foresee its possible consequences, warn of its dangers, and indicate the correct road. In everything essential their analysis and prognosis have been confirmed by events.

Despite all this if the Americans and British in particular, and the Muslim opportunists in general, choose to remain silent and let the super-fascists lead the world into the ultimate tragedy of human history, they would have no one to blame but themselves.

A new Fascist World Order is well in place, marching towards a greater war. It is only the ultimate tragedy of human history that is awaiting. Even at the time of Hitler, no one could think of the impending wider war. It was British Prime Minister who was giving Hitler the benefit of the doubt. So is majority of the Muslim and non-Muslim world doing today: giving the super fascists a deal, hoping upon hope that they are treading the right way to peace, while heading towards bloodshed and crimes against humanity that history has not seen so far.

Also See: The "death cult" or super-fascism

✪✪✪✪✪✪✪✪